مقامِ نبوّت
حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ
جی سی یونیورسٹی ٭ لاہور

مقامِ نبوّت ﷺ

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی ○ لاہور

تحقیقات

نام کتاب : مقامِ نبوت (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ)

مصنف : ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

پروف ریڈنگ : شاہد حسین

زیر اہتمام : محمد عمران اشرف، محمد راشد مگھالوی 0321-8438292

تقسیم کنندہ : نیو منہاج سی ڈیز پوائنٹ اینڈ بک شاپ 4 دربار مارکیٹ، لاہور
0323-4920452

ناشر : تحقیقات، لاہور

کمپوزنگ : حمزہ گرافکس، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت : نومبر 2009ء / ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

قیمت : [illegible] روپے / 20 $

297.04
ش م ش

شمس، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس
مقام نبوت (حضرت مجدد الف ثانی کے افکار کا مطالعہ)
لاہور، تحقیقات: 2009ء
128 ص

1۔ تفسیر 2۔ تصوف

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ جو قیم طریقہ احمدیہ مجددیہ و عارف معارف مجددیہ ہیں فرماتے ہیں۔

خدا در انتظار حمد مانیست	محمدؐ چشم برراہ ثنانیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰؐ بس	محمد حامد حمد خدا بس
محمدؐ از تو میخواہم خدا را	الٰہی از تو حب مصطفیٰؐ را
دگر لب وا مکن مظہر فضولیست	سخن از حاجب افزوں ترفضولیست
طپیدن واری ازدل می نگارم	اصول رقص بسمل می نگارم

گرامی قدر ڈاکٹر ہمایوں عباس صاحب حفظہ اللہ کا مقالہ ''مقامِ نبوت'' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ مسودہ کی صورت میں عاجز نے مطالعہ کیا۔ حق تبارک وتعالیٰ سعی مقبول فرمائے ۔ڈاکٹر صاحب نے تاریخی تناظر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے زمانے میں حضرت رسالت پناہ صاحب شریعت مطہرہ اور شریعت مطہرہ علی صاحبہا الف الف الصلوٰۃ والتحیہ پر جن جن زاویوں سے حملے ہو رہے تھے اس کی خوب تصویر کشی کی ہے اور اصل مرض کی کنہ حقیقت تک پہنچ کر ان حقائق کو بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام ربانی نے ان امراض ظاہریہ و باطنیہ کا کیسا علاج کیا ہے اور کیسا دفاع فرمایا اور رگ فاروقی حرکت میں آئی اور فتوحات مدنیہ کی خدمت میں کمر بستہ ہوئے۔

تاریخ ہندوستان (جلد ۵: ص ۹۴۷ بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین از حضرت زید ابوالحسن فاروقی صاحب) میں ذیل کی عبارت درج ہے ''عاملین مذہب کی بے

اعتدالیاں دیکھ کر اکبر نے مذہب کو خیر آباد کہہ دیا علماء سوء کے پندار کو توڑنے کے لیے اکبر کو بت بنا کر اس کی پرستش کی دعوت دی گئی۔

ڈاکٹر صاحب نے بدایونی کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے "عقائد وارکان اسلام ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے مثلاً نبوت کلام و دیدار الٰہی اور حشر ونشر وغیرہ میں "شبہات گونا گون واستہزا آوردہ" اس نے نبوت سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا نام تقلیدات رکھا۔ حضرت امام ربانی نے رسالہ "اثبات نبوت" میں تحریر فرمایا ہے اس زمانے میں یہ بات میں نے دیکھی کہ خود نبوت ہی کے متعلق اور پھر کسی فرد واحد کے لیے نبوت کے اثبات کے سلسلے میں لوگوں کے اعتقاد میں فتور آ چلا ہے یہ خرابی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اسلام کے وہ علماء جو شریعت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم تھے قتل کر دیے گئے اور یہ حالت ہوگئی کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے مکرم نام کو چھوڑا جا رہا ہے جس کا نام آپ کے مبارک نام پر ہوتا ہے اس کو بدل دیتے ہیں ذبح بقر سے روکا جاتا ہے حالانکہ وہ ہندوستان میں اسلام کے بڑے شعائر میں سے ہے مسجدوں اور مقبروں کو توڑا جا رہا ہے کفار کے معابد اور ان کے رسم ورواج کی تعظیم کی جاتی ہے مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر اور اعلام کو مٹا کر کافروں کے رسوم اور ان کے باطل ادیان کو رائج کیا جا رہا ہے تا کہ اسلام کا نشان تک مٹ جائے...... اس ساری خرابی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد سے یہ زمانہ دور جا پڑا ہے اور حکماء ہند اور فلسفہ کی کتابوں سے شغف بڑھ گیا ہے میں نے ایسے افراد سے مناظرہ بھی کیا ہے جنہوں نے فلسفہ کا اور کافروں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور جن کو فضل وفضیلت کا دعویٰ بھی ہے ان لوگوں نے خلق خدا کو گمراہ کیا ہے تحقق اصل نبوت اور شخص معین کے لیے اس کے ثبوت کے سلسلے میں خود بھی بھٹکے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکایا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ حکمت و مصلحت اور مخلوق کی ظاہری حالت کو سنوارنا اور ان کو

لڑائی جھگڑے اور خواہشات نفسانیہ کے انہماک سے روکنا ہی حاصل نبوت ہے (ص:۹۵، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین) اس زمانے میں انبیاء کرام علیہم السلام اور حکماء کو ایک درجہ میں رکھا گیا شیخ عبداللہ نے تفسیر تبصیر الرحمٰن از علی مہائمی۔ حضرت امام ربانی کو بھیجی جس میں سورہ ھود کی سولہویں آیت اولٰئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار کی تفسیر اس طرح کی لیس لھم فی الآخرۃ (باتفاق الانبیاء والحکماء) تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تفسیر واپس کرتے ہوئے تحریر فرمایا باوجود اجماع انبیاء علیہم الصلوٰت والتحیات اتفاق حکماء چہ گنجائش دارد در عذاب اخروی اور اس مکتوب شریف کے آخر میں تحریر فرمایا مطالعہ این کتاب بے ضرر ہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست۔ (مکتوب ۱۰۱ دفتر سوم)

اس زمانے میں علماء ربانیین علیہم الرحمۃ کی شان میں گستاخیاں کی جاتی تھیں ایک دن ابوالفضل نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سامنے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا ''غزالی نامعقول گفتہ است'' تو حضرت امام ربانی بے تاب ہو کر یہ فرماتے ہوئے چلے آئے ''اگر ذوق صحبت ما اہل علم داری ازین حرفہا دور از ادب زبان باز دار'' اگر ہم جیسے اہل علم سے تم کو ملنے کا شوق ہے تو ایسے دور از ادب الفاظ سے اپنی زبان کو روکو''۔ (ص ۲۵ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین)

حضرت امام ربانی نے اس عہد بے ادبی میں ادب و مقام نبوت یوں بیان فرمایا ''جاننا چاہیئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی باوجود عنصری پیدائش حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے خلقت من نور اللہ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی...... آگے فرماتے ہیں اسی مکتوب میں ''جب آنحضرت ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں سے ہی نہیں بلکہ اس عالم سے برتر ہے تو یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز

عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہاں میں آنحضرت ﷺ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ (مکتوب: ۱۰۰ دفتر سوم، ص ۱)

مرزا اسد اللہ خان غالب نے کیا خوب کہا ہے

مہر کس را باسایہ نہ پسند خدا   ہمچو اوئی نقش کے بندد خدا

این نہ عجز است اختیار است اے فقیہ   خواجہ بے ہمتا بود لاریب فیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم میں تحریر فرمایا اول ما خلق اللہ نوری اور فرمایا خلقت من نور اللہ والمؤمنون من نوری۔ پس وہ حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا وہ تمام انبیاء اور مرسلینؑ کے نبی ہیں۔

شریعت مطہرہ کے بارے میں تحریر فرمایا "شریعت کے تین جزء ہیں علم۔ عمل۔ اخلاص جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گئی مکتوب ۳۶ دفتر اول طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں تیسری جزء اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں ۳۶ دفتر اول۔

مکتوب: ۸۸ دفتر: دوم، میں تحریر فرمایا جو شخص اپنی رضا کا تابع ہے وہ اپنا بندہ ہے

مکتوب ۳۶ دفتر سوم میں فرمایا تمام احکام شرعیہ کو عقل کی میزان پر وزن کرنا اچھا نہیں تمام احکام شرعیہ کو عقلی میزان کے مطابق کرنا درحقیقت عقل کو مستقل اور نبوت کا انکار کرنا ہے اعاذنا اللہ سبحانہ عن ذالک اول رسول پر ایمان لانے کی فکر کرنی چاہیے اور رسالت کی تصدیق کرنی چاہیے تمام احکام میں ان کو صادق جانیں اور ان کے وسیلہ سے تمام شکوک وشبہات کے اندھیروں سے خلاصی ہو۔

مکتوب:۴۱ دفتر اول، میں تحریر مبارک یوں ہے حضور ﷺ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو چیز عمدہ و مرغوب ہو وہ مطلوب و محبوب کے لیے ہوا کرتی ہے...... پس آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں سعی کرنا محبوبیت تک لے جانے والا ہے۔

درستی عقائد کے بارے میں تحریر فرمایا اول (۱) اپنے عقائد کتاب وسنت کے موافق درست کریں جس طرح علماء حق نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے انہوں نے عقائد کو کتاب سے سمجھا ہے اور اخذ کیا ہے ہر ایک کی سمجھ کا اعتبار نہیں ساقط از اعتبار ہے کیوں کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت سمجھتا ہے حالانکہ اس سے کسی چیز کا فائدہ نہیں (۲) دوسرے احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا حرام وحلال فرض وواجب کا (۳) اس علم کے مقتضی پر عمل کرنا (۴) تصفیہ تزکیہ کا طریق جو صوفیہ کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے حاصل کرنا جب تک عقائد درست نہ ہوں احکام کا علم فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں عمل نافع نہیں اور جب تک تینوں حاصل نہ ہوں تصفیہ وتزکیہ کا حصول محال پس ان چار رکنوں اور ان کے متممات ومکملات جیسے کہ سنت فرض کو مکمل کرنے والی ہے اس کے سواء جو کچھ ہے وہ سب فضول ہے اور داخل دائرہ لایعنی ہے۔ (مکتوب:۱۵۷، دفتر اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان وقت کی محفل میں حضرت نے احکام بیان فرمائے ''فرمایا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان گفتگوؤں میں امور دینیہ واصول اسلامیہ میں سرموستی ومداہنت کو دخل نہیں ہوتا ...... آج ماہ رمضان کی سترھویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اس کے عذاب وثواب ورویت ودیدار کے ثبوت اور حضرت خاتم الرسل کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا تراویح کی سنت تناسخ کے باطل ہونے اور جن اور جنیوں کے احوال عذاب وثواب کی نسبت بہت

کچھ مذکور ہوا...... اللہ تعالیٰ کا احسان ہے سب قبول کرتے رہے کوئی تغیر ظاہر نہ ہوا۔

پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ کانگڑہ کی سیر میں سلطان جہانگیر نے قاضی صاحب کو کہا جن اسلامی اور شرعی امور کو بجالانا ضروری سمجھیں بجالائیں عالی شان مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ (تزک جہانگیری بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۱۶۳)

جہانگیر نے بیماری میں صحت کے لیے دعا کا عرض کیا تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دعا کا وعدہ اس شرط کے ساتھ کیا کہ مساجد کی تعمیر کا اہتمام کرے گا تو جہانگیر نے عرض کیا ''گفتن از شما کردن از ما'' فرمان آپ کا کرنا میرا کام (حضرت مجدد و ناقدین ص ۱۶۴) اور پھر نتیجہ نکلا کہ سلطان عالمگیر جیسے متشرع صوفی سلطان اقتدار میں آ کر خدمت شریعت مطہرہ کے لیے کمربستہ ہوئے اور امام ربانی قدس سرہ کے صاجزادگان عالی قدر کے محبین کی صف میں دست بستہ ایستادہ خدمت شریعت مطہرہ رہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ہمایوں عباس صاحب کی مساعی قبول فرمائے اور اس مقالے کو نافع عام و تام فرمائے ایک مسلمان صاحب علم کی اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے اقوال افعال و احوال جو تمام تر آیات اللہ ہوا کرتے ہیں بیان کرے اور اس علم و نور کو پھیلائے تا کہ اس دور کی ظلمت دور ہو اور کو نوامع الصادقین کے زمرہ میں شامل ہو فطوبی له ثم طوبی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ان صادقین و دوستان اور محبوب رب العالمین سے محبت رکھنے والوں کے لیے کیا مبارک بشارت لکھی ہے۔

وَهُمْ قَومٌ لَا يَشقٰى جَلِيسُهُمْ وَلَا يُحرمُ أنيسهُم وَلَا يُخيَّبُ وَمَسِيسُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللهِ وُهُم اِذَا رُأوا ذُكِرَ اللهُ وهُم مَنْ عَرَفَهُمْ وَجدَاللهَ نَظَرُهُم دَوَاءٌ وَكَلَامُهُم شِفَاءٌ وَ صُحبَتُهُم ضِيَاءٌ وَبهَاءٌ هُم مَنْ رَأى ظَاهِرَهُم

خَابَ وَخَسِرَ وَمَنْ رَأَىٰ بَاطِنَهُم نَجٰی وَاَفْلَحَ (مکتوب: ۵۲ دفتر دوم)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا اور ان کا انیس وحبیب محروم نہیں ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے یہ وہ جماعت ہے جس نے پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا ان کی نظر دواء ہے ان کا کلام شفاء ہے ان کی صحبت ضیاء ہے سراپا نور ہے جنہوں نے ان کے ظاہر کو دیکھا وہ نا امید ہوئے اور جس نے باطن کو دیکھا فلاح یاب ہوا۔

والحمدللہ اولاو آخرا والصلوٰۃ والسلام

علی حبیبہ وعلی الہ وصحبہ ابداسرمدا

۱۸/اپریل ۲۰۰۹ء ۲۱/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ ابوحفص مجددی

خانقاہ شاہ ابوالخیرؒ۔ شارع شاہ ابوالخیرؒ کوئٹہ۔ بلوچستان پاکستان

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات کو منعمِ حقیقی نے محض اپنے فضل وکرم سے بن مانگے کائنات میں بکھیر دیا ہے۔ جس پروردگار نے مادی ضروریات کا اتنا اہتمام کیا اس نے روحانی ضروریات کی تکمیل بھی اپنی بے پایاں رحمتوں اور عنایات سے کی۔ نبوت انسان کی بنیادی روحانی ضرورت ہے۔ انسان اول کو زمین پر بھیجتے وقت اپنے اس بے پایاں لطف و کرم سے آگاہ کر دیا گیا فاما یاتینکم منی ھدیً کے الفاظ سے انسان کو تسلی دی زمین پر انسان کا مقابلہ اپنے جس دشمن سے تھا اسے قرآن نے عدو مبین سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ انسان کو خالق کی طرف سے رہنمائی و ہدایت کے سامان میسر آئیں جو اسے مرضیات الٰہی کی معرفت بھی عطا کریں اور اس دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے احکامات الٰہی بھی پہنچائیں۔ ہدایت انسانی کا یہ الٰہی انتظام انبیاء ورسل کے ذریعہ ہوا۔ گویا نبوت ورسالت انسان کی روحانی ضروریات کے حوالے سے بدیہی امر ہے۔ امام رازی نے اسی بناء پر فرمایا۔

من انکر النبوة والرسالة فھو فی الحقیقة ماعرف اللہ عزوجل

(مفاتیح الغیب جلد ۴، ص: ۱۲۸)

نبوت کے لیے جن افراد کا انتخاب ہوتا ہے ان میں اعلیٰ ترین درجہ کی صلاحیتیں اور قابلیتیں رکھی جاتی ہیں۔ انسانیت کا وقار انہیں نفوس قدسیہ سے ہے۔ اس لیے ہر کمال،

یہاں کمال پر نظر آتا ہے، ان کی صفات مخلوقات سے جدا ہوتی ہیں۔ اور جس طرح ان کے اوصاف وکمالات کی مثل نہیں ہوئی اسی طرح ان کا وجود بھی بے مثال ولا ثانی ہوتا ہے، امام غزالی لکھتے ہیں: ''نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو جس طرح جانتا ہے اس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا۔

(احیاء العلوم جلد ۴، ص: ۱۸۹، فتح الباری جلد ۱۲، ص: ۳۶۶)

امام رازی نے تفصیلات بیان کی ہیں کہ نبی جسمانی اور روحانی قوت میں عام انسانوں سے کس طرح مختلف ہوتے ہیں۔ (مفاتیح الغیب جلد ۳، ص: ۱۹۹۔۲۰۰) گویا نبی صداقت، دیانت، سمع، بصر، لمس، اور سیرت وصورت کے حوالہ سے جمیع مخلوقات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

انسانوں کو حکم دیا گیا کہ کائنات میں کمال حقیقی کے ان منابع سے اخذ کمال کرو۔ اگر آپ نے یہ کمال، عقل وعلم اور تجربہ ومشاہدہ سے حاصل کیا تو دنیا میں حکیم وفلسفی تو کہلا سکتے ہو مگر اس کو رضائے الٰہی اور اخروی نجات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علومِ انبیاء کا ذریعہ علیم وخبیر پروردگار ہے۔ اس لیے اس علم میں غلطی کا شائبہ تک نہیں آ سکتا انبیائے کرام کی عظمت وکمال کو پہچاننے کے لیے پہلے سے علوم وفنون کا ماہر ہونا ضروری نہیں بلکہ ان نفوس قدسیہ کو وہ بلند کمالات عطا ہوتے ہیں کہ ہر کوئی دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے، اگر اپنے مادی مفادات کے تحت ایمان نہ لائے تو یہ دوسری بات ہے، ساحرانِ عہد موسیٰ کا طرز عمل اس بات کا گواہ ہے کہ کمالِ موسیٰ دیکھا تو حقیقت کو پہچان کر ایمان لے آئے۔

انبیاء اقوال واعمال کی وہ صحیح ترین میزان ہوتے ہیں کہ جو اس معیار پر پورا اترتا ہے وہ محبوب الٰہی بن جاتا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انبیاء کرام کی تعلیمات پر عمل کے نتیجہ میں جو تہذیب اور انسانی معاشرہ وجود میں آیا وہی انسان کی حقیقی اصلاح وفلاح

کا ضامن بن گیا۔ انبیائے کرام کی تعلیمات سے روگردانی کے نتیجہ میں انسانوں کے باہمی رشتے بھی مادی بن جاتے ہیں اور انسان، انسانوں کے معاشرے میں انسانیت کی تلاش کے لیے مارا مارا پھرنے لگتا ہے۔ ایسے بے نور معاشرہ میں انسان کا سب سے بڑا ہدف مفادات میں سبقت لے جانا ہوتا ہے۔

انسان پرور اور انسان دوست تہذیب صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل سے معاشرہ میں جو حسن و جمال آیا تہذیب کو جو وسعت و کمال ملا، تاریخ انسانی میں یہی انسانیت کی معراج نظر آتی ہے۔

جدید و قدیم فلاسفہ نے مقام نبوت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ٹھوکریں کھائیں۔ قدیم فلاسفہ ہوں یا دور جدید کے مستشرقین، وہ وجودِ نبی کی حقیقت و ماہیت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ ان کے نزدیک نبی ایک عام انسان ہوتا ہے جو چند اعلیٰ اقدار کے نمونے پیش کرتا ہے اور بس، وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حامل وحی الٰہی ہونا کتنی بڑی حقیقت و نعمت ہے۔ وہ نبوت کو بھی انسانی علوم کی طرح تجربہ گاہوں میں پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں عقل محض پر مبنی تہذیب وجود میں آئی جس میں لگے بندھے قوانین کی پابندی تو نظر آتی ہے مگر انسانیت کے وہ اعلیٰ ترین نمونے، جو اسوہ حسنہ پر عمل کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں، دکھائی نہیں دیتے۔ مستشرقین نے نبوت کے انسانی معاشرہ پر مرتب ہونے والے گہرے اثرات کا ادراک ضرور کر لیا یہی وجہ ہے کہ وہ نبوت کو ہدف تنقید بنانا اپنا فرض علمی سمجھتے ہیں۔

ہر عہد میں باطل علمی قوتوں نے مسلمان سے روحِ محمدی نکالنے کے جتن کیے، مشرکین، مستشرقین، سامراجی واستعماری قوتیں، سب نے یہ کوشش کی۔ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، اور مسلمانوں کے دیگر علوم وفنون پر اعتراضات کے پس پردہ اصل کوشش ذات

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید تھی جس کے لیے حالات و زمانہ کے مطابق انداز بدلتے رہے۔

اکبر نے اپنے سیاسی مفادات کے حصول کے لیے جن بنیادوں پر کام شروع کیا وہ وحی کو مشکوک بنانا، نبوت کی ضرورت و اہمیت کا انکار کرنا، معجزات کا مذاق اڑانا یعنی نبوت اور متعلقات نبوت اس کی تنقیدات کا ہدف تھی۔ اس لیے اس دور میں مستقیم فکر صالح اہل علم نے اس کے فکری مغالطوں کو تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا۔ ان میں نمایاں ترین نام امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ زیرِ نظر کتاب آپ کی اس سلسلہ کی کوششوں کا اجمالی تذکرہ ہے۔ اصل میں یہ مقالہ ۲۵ فروری ۲۰۰۹ء کو دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، فیصل آباد میں ہونے والے مجدد الف ثانی سیمینار میں پڑھا گیا تھا۔ میں استاذ الاساتذہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس حوالے سے کچھ لکھنے کا حکم فرمایا اور تحقیقات کے زیرِ اہتمام شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ فضل ربی شیخ و مربی حضرت علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی اور والدین کی پرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے، کہ حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر پر لکھنے کا حوصلہ و ہمت ہوئی۔ اس پر آشوب دور میں سلف صالحین کی فکر سے وابستگی، استحکام ایمان کا ذریعہ ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر حافظ سجاد احمد، ڈاکٹر محمد عبد اللہ اور حافظ ساجد علی، برادرِ صغر حافظ محمد ہارون عباس قمر اور جی سی یونیورسٹی لاہور سے رفقاء و احباب جناب ڈاکٹر محمد فاروق حیدر، محترمہ نائلہ صفدر، ڈاکٹر امتیاز احمد، حافظ محمد نعیم، محترمہ عظمیٰ صفات، ڈاکٹر محمد سرفراز خالد کا بھی شکر گزار ہوں جو علمی کاموں پر میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میری اہلیہ اور بیٹی بریعہ فاطمہ کا بھی ممنون ہوں کہ ان کے صبر و حوصلہ سے مجھے ان کاموں کے لیے وقت ملتا ہے۔

جناب شاہد حسین، حسنین، محمد قاسم حافظ محمد صدیق، فخر زمان اور دیگر احباب و

تلامذہ کا بھی شکریہ کہ مختلف امور میں معاونت فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حضرت ابوحفص عمر فاروقی دامت برکاتہم العالیہ نے میرے لیے محبت بھری دعائیں کیں اور اس کتاب پر اپنے تاثرات رقم فرمائے۔ استاذِ کبیر ظہور احمد اظہر اور معروف مؤرخ علامہ محمد صادق قصوری مدظلہ العالی نے اپنی رائے سے نوازا۔

میری اس کاوش میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ میری علمی بے بضاعتی کی وجہ سے ہو گی۔ اہل علم توجہ دلائیں تا کہ اصلاح کی جا سکے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

طالب دعاء

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

چیئرمین

شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی لاہور

نومبر ۲۰۰۹ء / ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

پس منظر

مذہبی حالات کا اجمالی جائزہ

بابِ اوّل

حضرت شیخ احمد سرہندی
مجدد الف ثانی
قدس سرہ
۱۴۲۹

دسویں، صدی ہجری رسولہویں عیسوی میں برصغیر کی سرزمین پر بہت سی گمراہ اور باطل تحریکیں ابھریں۔ جن سے کئی انحرافی رویوں نے جنم لیا۔ ان انحرافی رویوں کے پیچھے بعض سیاسی اور ذاتی مقاصد کارفرما تھے۔ ہر اسلام مخالف فکر کی سرپرستی جلال الدین اکبر (دور حکومت ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۶۔ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کے عہد حکومت کے آخری سالوں (۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء۔ ۱۰۱۴/۱۶۰۵ء) میں اوجِ کمال پر تھی۔ اس دور میں اکبر کے گرد جمع ہونے والی تمام طاقتوں اور انحرافی رویوں کا نفسیاتی تجزیہ کریں تو ایک حقیقت بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان تمام کا مقصد نبوتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو ایک چیز بالکل صاف اور واضح نظر آتی ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، اور دیگر اسلامی اقدار پر تمام اعتراضات کا ہدف دراصل ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رہی ہے۔ جاہلیت قدیم ہو یا جدید اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی اسلامی فکر و فلسفہ کی روح اور بنیاد ہے۔ اس لیے اگر اس ذات کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں تو اسلامی فکر کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ اکبر کے دور میں تمام باطل تحریکیں اسی ایک نکتہ پر متفق اور مجتمع تھیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نبوت و رسالت کے مقام و منصب اور خصوصاً ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا۔

اکبر نے ایسے اقدامات کئے جن سے مقامِ نبوت کی تحقیر ہو۔ بدایونی کے بقول عقائد و ارکان اسلام ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے مثلاً نبوت، کلام و دیدار الٰہی اور حشر و نشر وغیرہ میں ''شبہات گوناگوں بتمسخر واستہزا آوردہ'' اس نے نبوت سے تعلق رکھنے

والی چیزوں کو ''تقلیدیات'' کا نام دیا۔ جہانگیر نے یہ بھی کہا کہ ابوالفضل نے اکبر کو یہ باور کروایا تھا کہ قرآن، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف ہے وحی الٰہی نہیں ہے۔ پادری جو اکبر کے پاس قرآن کا فارسی ترجمہ لائے اس کی غرض یہ بتائی جاتی ہے کہ بادشاہ کو قرآن کی خامیوں، غلط بیانیوں اور اختلافی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔ بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ہزار سال کے لئے ہی سمجھ لیا گویا عقیدہ ختم نبوت سے بھی اعتماد اٹھ گیا۔ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مماثلت ثابت کرنے کے لیے اکبر کو ''اُمی'' بھی قرار دیا گیا۔

شہنشاہ اکبر معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناممکن سمجھتا شق القمر کا بھی منکر تھا اس کے لیے نامعقول عقلی دلائل کا سہارا لیتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ احمد، محمد اور مصطفیٰ اب پر گراں گذرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ یار محمد اور محمد خاں کو رحمت ہی لکھتا اور پکارتا۔ اس پر یہ بھی آشکارا ہوا کہ ڈاڑھی کے نقصانات ہیں۔ عربی زبان کو چونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے اس کے الفاظ کا استعمال طبع بادشاہ پر گراں گذرتا۔ اس نے نبوت کا اعلان بھی کر دیا مگر دوسرے الفاظ میں۔ بدایونی کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''ایں ہمہ باعث دعویٰ نبوت شدامانہ بہ لفظ نبوت بلکہ بعبارت آخر''۔ ملا شیری نے شاید بادشاہ کے مزاج کے حوالہ سے جو بات طنزاً کہی، بدایونی نے اسے ہی اپنے اسلوب میں لکھا ہے۔ شیری نے کہا۔

بادشاہ امسال دعوای نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالی خدا خواہد شدن

بادشاہ کے اس طرز عمل کا اثر درباریوں پر بھی ہوا۔ بدایونی نے لکھا ''بدبختے چند از ہندواں و مسلمانانِ ہندو مزاج قدح صریح بر نبوت می کردند'' علماء سوء نے اپنی تصانیف

میں خطبہ لکھنا چھوڑ دیا کہ اس میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام ہوتا ہے۔

بدایونی کے بقول

''ومجال نہ بود کہ نام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رغم

المکذبین بہ برند''

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ صرف بدایونی کی ''قدامت پسندی'' اور ''ملا ازم'' کا نتیجہ نہیں غیر مسلم جن کو اکبر کی روشن خیالی پسند آئی ہے وہ بھی نبوت کے مسئلہ میں بدایونی کے ہم خیال ہیں۔

Smith لکھتا ہے:

"But in his heart he has rejected Islam Prophet, Quran, tradition and all. As early as the begining of 1580, the Father, when on their way to the capital, were told that the use of the name of Muhammad in the public prayers had been prohilited"(۱)

یہی مصنف لکھتا ہے:

"The Jesuit letters are full of emphatic expressions showing that both at the time of first mission (1580-3) and that of third mission

---

(۱) Smith, Vincent A., Akbar the Great Mughal, S. chand and co, Lucknow, 1962, P.14

(1595 to end of reign) Akbar was not a Muslim. He not only rejected the revelation of Muhammad, but hated the very name of the Prophet.(۱)

Smith بلآخر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اکبر نے مکمل طور پر اسلام کو مسترد کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں وہ بدایونی کے بیانات کی تائید کرتا نظر آتا ہے۔ دور حاضر میں بھی اس پالیسی کو "صلح کلی" کا اصول قرار دیا گیا ہے جس کے تحت وہ ہر مذہب والوں کو مساوی مقام دینا چاہتا تھا۔(۲)

اکبر کے اس عہد کا مطالعہ کریں تو دین دار علماء کی تحریروں اور تصانیف سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عہدِ اکبری میں بنیادی مسئلہ نبوت کے بارے میں غلط فہمی کا پیدا کرنا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اکبر نے عقل محض پر مبنی "کثیر المذہبی" تہذیب کو فروغ دینے کی کوشش کی اور خدا پرست علماء کو یہ کسی صورت میں بھی قبول نہ تھا۔(۳)

---

(۱) **Akbar the Great Mughal, P.155**

(۲) مبارک علی، ڈاکٹر، اکبر اور مغل ریاست در سہ ماہی تاریخ فکشن ہاؤس لاہور ۲۰۰۰، ص: ۲۰۵

(۳) درج بالا مباحث کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(i) بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸، جلد ۲

(ii) محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، ندوۃ المصنفین، لاہور، ۱۹۷۰

(iii) نعمانی، محمد منظور، تذکرہ مجدد الف ثانی، دار الاشاعت کراچی

(iv) مجددی، محمد اقبال، مقامات معصومی (مقدمہ) ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴

(v) آزاد، محمد حسین، دربار اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

(vi) **Nizami, Khaliq Ahmad, Akbar and Religion, Delli,1989**

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مدارج النبوۃ'' اسی دور میں لکھی، اس تحریر کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے ''مدارج النبوۃ کی تصنیف کا محرک اس زمانہ کے حالات تھے۔ اکبری عہد میں شریعت و سنت سے بے اعتنائی انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ حضور سرور کائنات سے تعلق ٹوٹ رہا تھا ان حالات میں ضروری تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ کو مکمل طور پر پیش کر دیا جائے''۔(۱)

خود شیخ نے اس تصنیف کے حوالے سے لکھا ''وچون از فساد زمان انحرافی در مزاج وقت بعضے درویشانِ مغرور ایں روزگار راہ یافت واز تیرگی آئینہ استعداد تنگی حوصلہ ادراک پایۂ ارفع و مقام اقدس محمدی را کہ ہیچکس را بدرک و دریافتہ آن راہ نیست نشناختہ و تقصیری در اَدای حق اعتقاد نمودہ واز جادۂ دین قویم و صراط مستقیم برافتادہ بودند لازم حق نصیحت دین مسلمانی آن نمود کہ احوال و صفات قدسیہ آنسرور انبیاء امام اولیاء مفخر رسل واستاد کل معدن علوم اولین وآخرین منبع فیض انبیاء و مرسلین واسطہ ہر فضل و کمال و مظہر حسن و جمال ہم شاہد و ہم مشہود و ہم وسیلہ و ہم مقصود نگارش نماید وایں بی خبر انرا از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلاں را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را رو براہ آرد و عاشقاں را در ذوق و شوق در آرد پس کتابی آمد شامل براحوال مبدء و مآل، حسن و جمال و فضل و کمالِ آں حضرت ﷺ۔''(۲)

''فسق و فساد کے باعث زمانے کے فریب خوردہ درویشوں کی طبیعت نے انحراف و بدعملی کی راہ اختیار کر لی اور صلاحیتوں کے آئینے تیرگی کی زد میں آنے لگے اور سید عالم نبی مکرم ﷺ کے ارفع و اعلیٰ مراتب و درجات کو سمجھنے میں کجی اور تنگی نمودار ہونے لگی، نیز آپ ﷺ کی شان و

---

(۱) نظامی، خلیق احمد حیات شیخ عبدالحق محدث دھلوی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۳ء ص:۱۹۹

(۲) محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان، ۱۳۹۷ھ ر ۱۹۷۷ء جلد اول، ص:۳

منزلت اور آپ ﷺ سے عقیدت و محبت میں کمی و کوتاہی کا ظہور ہونے لگا لوگ صراط مستقیم اور جادۂ دین قویم سے بھٹکنے لگے تو مسلمانوں کے (اصل) دین کی وضاحت اور نصیحت کا حق ادا کرنے کے لیے لازم ہوا کہ سید عالی تبار امام الانبیاء فخر رسل، استاذ کل، معدن علوم اولین و آخرین، منبع فیض انبیاء و مرسلین، واسطۂ ہر فضل و کمال، مظہر حسن و جمال، شاہد و مشہود، وسیلہ و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال طیبات اور صفات قدسیہ بیان کریں اور ان بے خبروں اور غافلین کو حقیقت حال سے آگاہ کریں اور انہیں خواب غفلت سے جگائیں، طالبان راہ صداقت کی راہنمائی کریں اور عاشقان رسالت مآب کے ذوق و شوق کو بڑھائیں۔ پس اس مقصد کے لیے ایک کتاب لکھی گئی "مدارج النبوت" جس میں سید عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال حسن و جمال اور آغاز و انجام وغیرہ کا بیان ہے۔"

کسی اور کی شہادت موجود نہ بھی ہوتی ابو الفضل کا مسلمانوں کے لئے "منتسبان کیشِ احمد" اور "پیروان کیش احمدی" کے الفاظ کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ بہر صورت اکبر اور اس کے حلقہ غلامی میں مست لوگوں کو مقام و عظمتِ نبوت کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ اور وہ اپنے افکار کو دین مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں کا مرکزی اور بنیادی نکتہ مقامِ نبوت کی عظمت و اہمیت کا شعور بیدار کر کے بچھڑی ہوئی امت کو قدمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ کرنا ہے۔ آپ نے حالات کا تجزیہ کیا، اصل روگ معلوم کیا اور پھر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مقامِ نبوت کے تحفظ کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے "ملت کی یہی نگہبانی" کی۔ برصغیر کے مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ

جب تک ''روحِ محمدی'' باقی ہے ایمان سلامت ہے۔ آپ نے حالات کی نزاکت، فتور وفساد کی وجہ، اور اس کے تدارک پر نہایت نفیس اور مختصر پیرائے میں تجزیہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

لما رأيت فتور اعتقاد الناس فى هذا الزمان فى أصل النبوة ثم فى ثبوتها وتحققها لشخص معين ثم فى العمل بما شرعته النبوة وتحقق شيوع ذلك فى الخلق حتى أن بعض متغلبة زماننا عذب كثيرا من العلماء بتشديدات و تعذيبات لايناسب ذكرها لرسوخهم فى متابعة الشرايع وإذعان الرسل، وبلغ الأمر إلى أن يهجر التصريح باسم خاتم الأنبياء عليه الصلوة والسلام فى مجلسه ومن كان مسمى باسمه الشريف غيّر اسمه إلى اسم غيره ومنع ذبح البقرة وهو من أجل شعائر الإسلام فى الهند وخرب المساجد و مقابر أهل الإسلام وعظم معابد الكفار وأيام رسوماتهم وعباداتهم وفى الجملة أبطل شعائر الإسلام وأعلامه وروج رسوم الكفار وأديانهم الباطلة حتى أظهر أحكام كفرة الهند فنقلها من لغتهم إلى اللغة الفارسية ليمحوا آثار الإسلام كلها وعلمت عموم داء الشك والإنكار حتى مرض الأطباء وأشرف الخلق على الهلاك وتتبعت عقيدة آحاد الخلق وسألت عن شبههم وبحثت عن سرائرهم

وعقائدهم فما وجدت سببا لفتور اعتقادهم و ضعف إيمانهم الا بُعد العهد من النبوة والخوض فی علم الفلسفة و كتب حكماء الهند. (۱)

''جب میں نے اس زمانے میں اصل نبوت، ثبوتِ نبوت اور پھر شخص معین کے لئے تحقق نبوت مزید برآں مشروعات نبوت پر عمل کے بارہ میں لوگوں کے اعتقاد میں فتور پڑتے دیکھا۔ حتیٰ کہ بعض متغلبینِ زمانہ نے بہت سے علماء راسخین کو اتباع شریعت کاملہ اور اطاعت رُسل عظام علیہم السلام پر جزم صادق کی بنا پر طرح طرح کی تکالیف دیں۔ بہت سے علماء راسخین شہید کر دیئے گئے اور نوبت بانیجا رسید کہ اس کی مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا اسم گرامی لینا چھوڑ دیا گیا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم نام تھے انہوں نے اپنے نام تبدیل کر لیے اور اس شخص نے گائے کی قربانی پر پابندی عائد کر دی جب کہ وہ اجل شعائر اسلام سے ہے اہل اسلام کی مساجد و مقابر کو برباد کر دیا، کفار کے عبادت خانوں، ان کی عبادات و رسومات کے دنوں کی تعظیم کی۔ اسلام کے شعائر و اعلام کو باطل قرار دیا۔ رسومِ کفار اور ان کے باطل دینوں کی ترویج کی۔ یہاں تک کہ آثارِ اسلام کو مٹانے کے لئے کفارِ ہند کے احکام ہندی زبان سے فارسی زبان میں منتقل کرائے گئے۔ نیز میں نے دیکھا شک اور انکار کی بیماری عام ہو چکی حتیٰ کہ اطباء مریض ہو گئے ہیں اور مخلوق ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گئی ہے اور میں نے فرداً فرداً لوگوں کے عقائد کی تلاش و جستجو کی۔ ان کے شکوک وشبہات دریافت کئے۔ ان کے دلی راز اور اعتقادات سے آگاہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کے فتورِ عقائد اور ضعفِ ایمان کا سبب زمانہ نبوت کی دُوری، فلسفہ اور حکماءِ ہند کی کتابوں میں غور وخوض ہے۔''

---

(۱) اثبات النبوۃ ص:۱۰

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندی نے جو تجزیہ کیا وہ حجرہ میں بیٹھ کر نہیں بلکہ اپنے معاشرہ اور معاشرت سے کامل آگاہی کے بعد کیا ہے۔ یعنی صوفی سماجی زندگی کا گہرا مطالعہ کرتا ہے۔

اور اس اقتباس کی روشنی میں اس دور کی اعتقادی و عملی خرابیوں کو ان نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(i) نبوت اور نبوتِ محمدی علیہ الصلوٰت والسلام کے حوالہ سے اعتقادات میں فتور۔

(ii) بارگاہِ نبوی علیہ السلام کی توہین و گستاخی اور نجات کے لیے آپ پر ایمان کو غیر ضروری قرار دینا۔

(iii) شعائرِ اسلام پر پابندی

(iv) لوگ تشکیک زدہ ہوگئے یہاں تک کہ جن کو علاج کرنا تھا وہ بھی مریض ہوگئے۔

(v) شریعت پر عمل میں کمزوری

یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر تحریر کا مرکزی نکتہ اطاعت واتباعِ نبوی نظر آتا ہے۔ فلسفہ پر تنقید، بدعت سے نفرت، صحابہ واہل بیت کی عزت وناموس، رشحات مجددی کے بنیادی مضمون اس لیے قرار پائے کہ یہ ایمان بالنبوت کے بنیادی تقاضے ہیں۔ یہاں صرف اس بات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ کسی نے آپ کو علی احمد مہائمی کی تفسیر "تبصیر الرحمن" بھیجی سورہ ہود کی آیت ۱۶ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے **لیس لهم فی الآخرة** کی تفسیر میں لکھا باتفاق **الانبیاء والحکماء**،(۱) اس قول پر حضرت مجدد کی برہمی صاف محسوس کی جاسکتی ہے اور برہمی کا سبب یہ ہے کہ مفسر نے انبیاء اور حکماء (فلاسفہ) کا اکٹھا ذکر کیا۔ آپ لکھتے ہیں "باوجود اجماع انبیاء علیہم الصلوات والتحیات اتفاق حکماء چہ گنجائش دارد و در عذاب اخروی قول شاں را چہ اعتبار است علی الخصوص کہ مخالف قول انبیاء بود علیہم الصلوٰت والتسلیمات" کہ انبیاء کے اجماع کے بعد حکماء کا اتفاق اور عذابِ اُخروی میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں تبصیر الرحمان و تیسیر المنان، جلد اول، ص:۳۴۱

بالخصوص جب وہ قول انبیاء کے مخالف ہو......

انبیاء کی توہین پر مبنی ایسی کتابیں چونکہ اپنا رنگ دکھا چکی تھیں اس لیے آپ نے ایسی کتب کے مطالعہ سے منع کیا۔اور مذکورہ تفسیر کے متعلق فرمایا!

مطالعہ این کتاب بے ضررہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست (۱)

الغرض حضرت مجدد الف ثانی نبوت ومقامِ نبوت کے محافظ کی حیثیت سے مورچہ بند رہے آپ خود فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ میرے ذمہ واجب ہے اور یہ وہ قرض ہے جو کہ ادا کیے بغیر ساقط نہیں ہوسکتا ہے۔(۲)

آئندہ صفحات میں اس حوالہ سے آپ کی فکر کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن اس سے قبل اس جائزہ کے مآخذ ومصادر کا اجمالی تعارف کروانا مناسب ہے۔

زیرِ نظر تحریر بنیادی طور پر حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابوں سے ماخوذ ہے۔

(۱) مکتوباتِ امام ربانی:

مکتوبات امام ربانی تین جلدوں میں ہیں۔ یہ اس دور کی علمی وفکری، سیاسی و معاشرتی زندگی کی تصویر ہیں۔اوران کوششوں کا بھی مظہر ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید دین کے لئے کیں، یہ تعداد میں ۵۳۶ ہیں (واضح رہے کہ دفتر سوم کا مکتوب:۱۱۵ مکرر آیا ہے ملاحظہ فرمائیں دفتر سوم مکتوب ۱۴۰ اس طرح کل تعداد ۵۳۵ رہ جاتی ہے) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابھی بعض مکتوبات مختلف کتب خانوں میں موجود ہوں اور شائع نہ ہو سکے ہوں۔ حضرت خواجہ معصوم سرہندی نے محمد عبید اللہ کو لکھا ''اگر گویند کہ آنحضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس در مکتوبے کہ بشیخ طاہر جونپوری نوشتہ اند وآن مکتوب داخل جلد ہائے

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب:۱۰۱

(۲) اثبات النبوۃ، ص:۱۳

مکتوبات قدسی آیات نشدہ‘‘(۱) اس کے علاوہ ڈاکٹر رحمت علی خاں نے اپنے مقالہ میں اشارہ کیا کہ مکتوبات امام ربانی پر ابھی کام ہوسکتا ہے کئی غیر مطبوعہ مکتوب سالار جنگ میوزیم میں پڑے ہیں۔(۲)

بہر صورت پیش نظر تحریر میں مکتوبات سے بکثرت حوالے لئے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ سیاق وسباق سے ہٹ کر مکتوبات سے کوئی عبارت نقل نہ کی جائے تا کہ مفہوم تبدیل نہ ہو جائے۔ اگر کہیں ہوا ہو تو اسے سہوِ ناقل سمجھا جائے۔(۳)

(۲) اثبات النبوۃ:

اس تحریر کا دوسرا اہم ماخذ حضرت امام ربانی کا رسالہ اثبات النبوۃ ہے۔

یہ رسالہ تقریباً ۹۹۰ھ میں عربی زبان میں لکھا گیا اس وقت آپ کی عمر ۱۸۔۱۹ سال تھی۔ اس رسالہ میں آپ نے عالمانہ وقار ومتانت سے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ ’’انسان کی رہنمائی کے لیے عقل کافی ہے یا نبی کی ضرورت ہے‘‘ اس رسالہ میں آپ نے عقل کے کھوکھلے پن کو طشت از بام کیا ہے۔ ’’متکلمانہ اسلوبِ نگارش‘‘ میں حضرت مجدد کا سیرت النبی ﷺ پر مختصر اور عمدہ ترین رسالہ ہے۔ اگر اس رسالہ کے مآخذ کا سراغ لگایا جائے تو درج ذیل دو متکلمین کی کتب بڑی اہم ہیں۔

---

(۱) مکتوبات معصومیہ دفتر اول، مکتوب: ۱۸۳

(۲) رحمت علی خاں، ڈاکٹر تصوف کے اہم مخطوطات اور برصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر سیمینار ۱۹۸۵ء خدا بخش لائبریری پٹنہ، ۳۷۲:

(۳) مکتوبات کے بارے میں تفصیلی تعارف کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کی کتاب ’’مکتوبات امام ربانی کے مآخذ‘‘

(ا) امام غزالی:

امام غزالی (م:۵۰۵ کتاب "المنقذمن الضلال") کی یہ کتاب دراصل آپ کے روحانی سفر کی داستان ہے۔ جس میں انہوں نے عقل کی بے بسی اور نبوت کی رہنمائی کی ضرورت کو بیان کیا ہے۔ پچاس برس کی علم نوردی کے بعد امام غزالی جس نتیجہ پر پہنچے وہ آج کے "عقلیت زدہ" معاشرہ کے لیے بھی بہت اہم ہے اس رسالہ کا آخری مقالہ حقیقت نبوت موضوع زیر بحث کے حوالہ سے نہایت اہم ہے۔ اس کتاب کے کئی اردو ترجمے ہو چکے ہیں۔ انگریزی ترجمہ سید حسن محمود کرمانی نے کیا جو "مجلّہ معارف اولیاء" میں شائع ہو چکا ہے۔(۱)

(ب) امام رازی:

اثبات النبوۃ میں امام رازی کی کتاب "المطالب العالیة من العلم الالٰھیّ" کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ کتاب نو اجزاء پر مشتمل ہے۔

امام ربانی نے اس رسالہ میں آٹھویں جزء سے استفادہ کیا ہے۔ امام رازی نے اس کا عنوان "فی النبوات و ما یتعلق بھا" رکھا ہے۔(۲)

راقم نے اس رسالہ کو "متکلمانہ اسلوب میں سیرت نگاری" اسی لیے قرار دیا ہے۔ کہ نبوت، متعلقاتِ نبوت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے بارے میں امام غزالی، امام رازی اور "متکلم شیخ احمد سرہندی ماتریدی" کی فکرِ بلند کے آثار اس رسالہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس لیے اس رسالہ کو عام فہم زبان میں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

پیش نظر تحریر میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی درج بالا دو کتابوں کو ہی بنیاد بنایا گیا ہے۔

---

(۱) جلد:۵، شمارہ:۴، دسمبر ۲۰۰۷

(۲) یہ کتاب ۳ جلدوں میں دار الکتب العلمیة بیروت سے محمد عبدالسلام شاہین کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے۔ میرے پیش نظر ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ کا شائع شدہ ایڈیشن ہے۔

مقامِ نبوّت ﷺ
حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ
باب دوم

الله نور السموات والارض

نبوّت کا مفہوم:

امام راغب نبوّت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سِفَارَةٌ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ ذَوِی الْعُقُوْلِ مِنْ عِبَادِهٖ لِإِزَاحَةِ عِلَّتِهِمْ فِي أَمْرِ مَعَادِهِمْ وَمَعَاشِهِمْ (۱)

نبوت وہ سفارت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ان کے دنیوی اور اخروی امور میں خرابیوں کو دور کرنے کے لیے جاری ہوتی ہے۔

حضرت امام ربانی متکلمین کے اسلوب پر نبی کی تعریف یوں نقل کرتے ہیں

اِعْلَمْ أَنَّ النَّبِیَّ عِنْدَ الْمُتَکَلِّمِیْنَ مَنْ قَالَ لَهُ اللهُ أَرْسَلْتُکَ اِلٰی قَوْمِ کذا أوْاِلٰی کَآفَّةِ النَّاسِ أوْبَلِّغْهُمْ عَنِّی أوْ نَحْوَهٗ مِنَ الْاَلْفَاظِ الْمُفِیْدَةِ لِهٰذَا الْمَعْنٰی کَبَعَثْتُکَ اِلَیْهِمْ وَنَبِّئْهُمْ (۲)

”نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ یا فرمائے کہ میری طرف سے احکام پہنچا دو یا اس طرح کے دیگر الفاظ جو کہ اس معنی پر دلالت کرتے ہوں مثلاً میں نے تجھے فلاں کی طرف مبعوث کیا اور تم ان کو خبر دو“۔

آپ اس بات کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ کسی کو نبی بنانا اس کی کسی ذاتی استعداد کا نتیجہ نہیں ہوتا کہ کوئی عبادت و چلہ کشی سے اس مقام کو پالے یہ صرف رحمت الٰہی ہے جسے چاہے نبوت کے لیے منتخب کرلے وہ قادر و مختار ہے۔ وَلَا یُشْتَرَطُ فِی الْاِرْسَالِ

---

(۱) مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن بذیل مادہ/ نیز ملاحظہ فرمائیں، احکام القرآن، ابن العربی جلد۳، ص:۱۵۳۵/ التحقیق فی کلمات القرآن جلد۱۲ ص:۱۳۰

(۲) اثبات النبوۃ:۱۴

شَرطٌ وَلَا اِستِعدَادٌ ذَاتِیٌّ کَمَازَعَمَهُ الحُکَمَاءُ بَلِ اللّٰهُ یَختَصُّ بِرَحمَتِهٖ مَن یَّشَآءُ وَهُوَ أَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسَالَتَهٗ لِمَا هُوَ سُبحَانَهٗ قَادِرٌ مُختَارٌ یَفعَلُ مَایَشَآءُ وَیَختَارُ مَایُرِیدُ (۱)

حقیقت نبوت کی تحقیق میں آپ نے درج ذیل جملہ بھی لکھااور یہ تعریف زیادہ جامع ہے۔

"نبوت عبارت از قرب الٰہی است جل سلطانه، که شائبه ظلیت ندارد و عروجش رو بحق دارد و نزولش رو بخلق. این قرب بالاصالت نصیب انبیاء است علیهم الصلوت والتسلیمات (۲)

نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور نزول خلق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے نصیب میں ہے۔

معجزہ کی تعریف:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ معجزہ وہ امر ہے جس کے ذریعے مدعی رسالت اپنے دعویٰ کا اظہار کرے۔

معجزہ نبی کی پہچان کے لیے شرط ہے نہ کہ نبی ہونے کے لیے اور جو متکلمین نے کہا ہے کہ اس کی بنیاد پر نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہوتا ہے تو اس امتیاز سے مراد امتیاز علمی ہے نہ کہ امتیاز ذاتی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معجزہ کی درج ذیل سات شرائط درج کی ہیں:

(۱) معجزہ فعل الٰہی ہو کیونکہ مصدِّق اللہ تعالیٰ ہے۔

---

(۱) اثبات النبوۃ ص:۱۴......نیز ملاحظہ فرمائیں دفتر اول، مکتوب:۳۰۱

(۲) دفتر اول، مکتوب:۱۰۳

(۲) معجزہ عادت کے خلاف ہو اس لیے کہ فعل معتاد صدق دعویٰ پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ ہر روز سورج کا طلوع ہونا اور بہار کے موسم میں پھولوں کی رعنائی وشادابی۔

(۳) معجزہ کا مقابلہ نہ کیا جا سکے۔

(۴) معجزہ مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا کہ اس کی تصدیق کی جا سکے۔

(۵) معجزہ دعویٰ کے مطابق ہو مثلاً مدعی نبوت کہے مردوں کو زندہ کرنا میرا معجزہ ہے اور وہ احیاء موتی کی بجائے کوئی دوسرا خارق عادت فعل ظاہر کر دے مثلاً پہاڑ اکھاڑ ڈالے تو یہ اس کے صدق دعوی کی دلیل نہیں بنے گا اس لیے کہ یہ کام تصدیق الٰہی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

(۶) اس کا دعویٰ ایسا نہ ہو کہ معجزہ ظاہر ہو کر اس کی تکذیب کر دے۔ مثلاً دعویٰ یہ ہو کہ یہ گوہ کلام کرے گا۔ وہ گوہ کلام تو کرے مگر کہہ دے کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کا صدق معلوم نہیں ہوگا بلکہ اس کے کذب کا اعتقاد پختہ ہوگا کیونکہ خارق عادت فعل اس کی تکذیب کر رہا ہے۔

(۷) معجزہ اعلان نبوت سے پہلے نہ ہو کیونکہ دعویٰ سے پہلے تصدیق غیر معقول ہے۔

اس ساتویں شرط پر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ اعلان نبوت سے قبل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خارق عادت امور ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا، کھجور کے خشک تنے کا پھل دینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس کا شق ہونا، بادلوں کا سایہ کرنا'' ارہاص یعنی اعلان نبوت کی بنیاد'' کہا جاتا ہے۔

مگر دعوائے نبوت کے بعد معمولی تاخیر سے ظاہر ہونے والا معجزہ ہی ہوگا۔ اگر مدعی نبوت یہ کہے کہ ایک ماہ بعد ایسا ہوگا تو وہ معجزہ ہی ہے مگر اس مدت میں لوگ اس کی اتباع

کے مکلف نہیں ہوں گے۔

حضرت مجدد وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ جمہور کے نزدیک معجزہ کے لیے تحدی کی تصریح اور طلب، شرط تو نہیں البتہ ضمناً معجزہ میں مقابلہ کا ہونا جو قرائن واحوال سے سمجھا جاتا ہے، بالاتفاق ضروری ہے۔ اولیاء کی کرامات اس لئے معجزہ نہیں ہوں گی کہ ان میں تحدی Challenge نہیں ہوتی۔(۱)

نبوت، انسانیت کے لیے رحمت خداوندی:

انسان کی تخلیق کا مقصد "یَعْبُدُوْنَ" (۲) قرار دیا گیا ہے اس منزل تک رسائی کے لیے انسان کی عقل کامل رہنما نہیں کیونکہ یہ میدان عقل کا ہے ہی نہیں۔ خداوند قدوس نے ازراہ لطف وکرم انسانیت کی اس ضرورت کی اسی طرح خود تکمیل کی جس طرح دیگر فطری ضروریات کی طرف ہدایت فرمائی۔ حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے لکھتے ہیں "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تمام جہانوں کے لیے سراسر رحمت ہیں چونکہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان بزرگوں یعنی انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی بعثت کے ذریعے ہم ناقص عقل اور کوتاہ علم والوں کو اپنی ذات وصفات کی خبر دی ہے اور ہماری کوتاہ فہمی کے اندازے کے مطابق اپنے ذاتی اور صفاتی کمالات پر اطلاع بخشی ہے اور اپنے پسندیدہ وناپسند کاموں میں امتیاز قائم کر کے ہمارے دنیوی واخروی منافع اور نقصانات کو ممتاز کر دیا۔ اگر ان بزرگوں (انبیاء) کے وجودِ شریف کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو انسانی عقلیں اس صانع تعالیٰ کے اثبات میں عاجز رہ جاتیں اور حق تعالیٰ کے کمالات کا ادراک کرنے میں ناقص وقاصر ہوتیں۔(۳)

عرفان الٰہی میں عقل کی نارسائی اور ناقص ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید

---

(۱) اثبات النبوت ص: ۱۴۔۱۸ (۲) الذاریات: ۵۶

(۳) دفتر سوم، مکتوب ۲۳

لکھتے ہیں: ''مختصر یہ کہ عقل اس دولت عظمٰی (توحید) کے اثبات میں قاصر ہے اور اس دولت خانہ (توحید) کی طرف ان ہستیوں کی رہنمائی کے بغیر راستہ نہیں مل سکتا اور ان انبیاء علیہم والصلوٰت والتسلیمات کی پے در پے تشریف آوری کی وجہ سے ان کی دعوت الی اللہ جو خالق زمین و زماں کی طرف دعوت ہے، شہرت حاصل کر گئی اور ان بزرگوں (یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا کلمہ بلند ہو گیا پھر ہر زمانے کے کم عقل جو صانع حقیقی کے ثبوت میں شک وتردّد رکھتے تھے اپنی برائی اور بداعتقادی پر مطلع ہو کر بے اختیار صانع حقیقی کے وجود کے قائل اور تمام اشیاء کو اس ذات عالی کے ساتھ منسوب کرنے لگے۔ یہ ایسی روشنی ہے (یعنی صانع کے وجود کا قائل ہونا) جو انبیاء کے انوار سے مقتبس ہوئی ہے اور یہ ایک ایسی دولت ہے جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے دستر خوان پر میسر ہے''۔(۱)

اُن چیزوں کی مثال دیتے ہوئے جو عقل سے ثابت نہیں ہو سکتیں اور انبیاء کی بعثت ہی سے ہمیں وہ خبریں پہنچ سکیں، امام ربانی لکھتے ہیں: ''وہ تمام سنی جانے والی باتیں جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں جیسے حق جل سلطانہ کی صفات کمال کا وجود، بعثت انبیاء، اور ملائکہ علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کی عصمت، حشر ونشر، بہشت و دوزخ کا وجود اور دائمی ثواب وعذاب، یہ سب چیزیں اور ان کی مثل اور بہت سی چیزیں جن کو شریعت نے بیان کیا ہے عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور انبیاء سے سنے بغیر ان کو ثابت کرنے میں عقل ناقص اور غیر مستقل ہے۔''(۲)

حضرت مجدد کے بقول:

''تزکیہ نفس کا حصول بھی انبیاء علیہم السلام کی متابعت کے بغیر محض ریاضت ومجاہدہ سے ممکن نہیں۔ اس طریقہ سے حاصل شدہ صفائے نفس ہوتا ہے جو ایک راستہ ہے گمراہی کی طرف نہ کہ صفائے قلب جو کہ ''دریچۂ ہدایت'' ہے وہ انبیاء کی متابعت

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب ۲۳ (۲) ایضاً

سے نصیب ہوتی ہے"۔(۱) ایک اور مقام پر انبیاء کی بعثت کو رحمت سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نفس امارہ، دشمن ہے اور انبیاء کی بعثت کا مقصد "تخریبِ کارخانہ ایں دشمن" ہے"۔(۲)

ایک مکتوب میں بعثت انبیاء کی ضرورت واہمیت کو ان الفاظ میں رحمت قرار دیتے ہیں:

"یہ بعثت انبیاء کا کارنامہ ہے جس نے حق کو باطل سے الگ کیا، بعثت ہی کی وجہ سے غیر مستحق عبادت اور مستحق عبادت حق جل وعلا) کے درمیان تمیز قائم ہے۔ یہ بعثت ہی ہے کہ جس کے ذریعے حق جل وعلا کے راستے کی طرف دعوت دی جاتی ہے جو بندوں کو مولیٰ جل سلطانہ کے قریب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتی ہے"...... اس کے اختتام پر فرماتے ہیں "فوائد بعثت بسیار است پس مقرر شد کہ بعثت انبیاء رحمت است"۔(۳)

عقل کا ان چیزوں کے ادراک سے عاجز آنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ طریقہ نبوت، طریقہ عقل سے بلند و بالا ہے۔(۴) یہ لولی لنگڑی ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے اس لیے یہ اندازہ نہیں کر سکتی ہے کہ فلاں چیز بارگاہ قدس کے مناسب ہے یا نہیں۔(۵)

عقل کے ناقص ہونے سے متعلقہ ان عبارات کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ آپ عقل انسانی کو اہمیت نہیں دیتے۔ آپ عقل کی مسلمہ عظمت وسطوت کے بھی قائل ہیں مگر اسے مرتبہ کمال بلوغ تک پہنچی ہوئی نہیں مانتے آپ لکھتے ہیں:

---

(۱) دفتر سوم مکتوب: ۲۳، دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

(۲) دفتر سوم مکتوب: ۶۰

(۳) دفتر اول: ۲۶۶

(۴) دفتر سوم مکتوب: ۲۳

(۵) دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

''عقل ہر چند حجت است اما در حجیت ناتمام است و بمرتبۂ بلوغ نرسیدہ حجۃ بالغہ بعثت انبیاء است''(۱)

انبیاء کے ان احسانات کی وجہ سے آپ لکھتے ہیں: ''ہمارے پاس وہ اعضاء نہیں کہ ہم اللہ کی اس نعمت عظمیٰ (بعثت انبیاء) کا شکر اعمال حسنہ کے ذریعے ادا کرسکیں''۔(۲)

عقل کے احکامِ شرعیہ کے لیے کفایت نہ کرنے کے حوالہ سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں ''پانچواں اعتراض یہ کہ عقل میں بعثت کی طرف سے کفایت ہے، پس بعثت کا کوئی فائدہ نہیں، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عقل جس چیز کے حسن کا فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا اور جس کے برے ہونے کا حکم دے اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور جس کے اچھے برے ہونے کا کوئی فیصلہ نہ کرے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کیا جائے گا، اس لیے کہ ضرورت موجود ہے۔ پس اس حاجت کا اعتبار کرنا واجب ہے تا کہ اس کے فوت ہونے کے مضرت کو دفع کیا جاسکے اور مضرت کا محض احتمال اس کے بُرے ہونے کی تقدیر پر اس کے معارض نہ ہوگا۔ اور اس حاجت کے نہ ہونے کے وقت اس کو احتیاطاً ترک کر دیا جائے گا تا کہ وہ مضرت دفع ہوسکے جس کا وہم ہے۔

جواب یہ ہے کہ شرع جو بعثت سے مستفاد ہے اس کا فائدہ اس کی تفصیل بیان کرنا ہے جسے عقل نے اجمالاً حسن و قبح اور منفعت و مضرت کے مراتب دیئے ہیں اور اس چیز کا بیان کرنا ہے جس سے عقل ابتداءً قاصر ہے کیونکہ عقل کے حکم کو ماننے والے اس کا انکار نہیں کرتے کہ بعض افعال ایسے ہیں جن میں عقل کچھ حکم نہیں کرتی۔ مثلاً وظائف، عبادات، تعیین حدود و مقادیر، اور نافع اور مضر افعال کی تعلیم، اور نبی شارع اس طبیب حاذق کی طرح ہے جو دوائیں اور اُن کے طبائع و خواص جانتا ہے،

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

(۲) دفتر اول مکتوب: ۲۵۹

یہ ایسے امور ہیں کہ اگر عام لوگوں کا تجربے کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے تو وہ ایک طویل زمانے میں ممکن ہے جس میں اس کے فوائد سے وہ محروم رہیں گے اور اس کے کمال تک پہنچنے سے پہلے وہ ہلاکتوں میں پڑیں گے، کیونکہ اس مدت میں بسا اوقات ایسی دوائیں استعمال کریں گے جو مہلک ہوں اور انہیں اس کا علم نہ ہو چنانچہ ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید برآں ان امور میں مشغول ہونا نفس کو مشقت میں ڈالنے کا، ضروری صنعتوں کے تعطل کا اور مصالح معاش سے بے توجہی کا سبب ہوگا۔ جب وہ اس کو طبیب سے اخذ کریں گے تو ان کا بوجھ ہلکا ہوگا اور اس سے نفع حاصل کریں گے اور ان مضرتوں سے محفوظ رہیں گے۔ پس جس طرح امور مذکورہ کی معرفت کے امکان کی بنا پر طبیب سے بے نیازی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تکالیف اور افعال کے احوال کی معرفت کے امکان کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں عقل کے تامل کی وجہ سے مبعوث کیے جانے والے سے بے نیازی ہے، یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے جبکہ نبی وہ چیز جانتے ہیں کہ اس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے، بخلاف طبیب کے، کہ محض فکر و تجربے کے ذریعے ان تمام امور کی طرف پہنچنا ممکن ہے جو کہ وہ جانتا ہے۔ پس جب طبیب سے استغناء نہیں ہو سکتا تو نبی سے تو بدرجہ اولیٰ مستغنی نہیں ہو سکتا۔ (۱)

فلسفہ یونانی کی غلط فہمی:

درج بالا مجددی افکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کی تعلیمات کے علاوہ مرضیات الٰہیہ کو پانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ فلاسفہ نے اپنے علوم کے زور پر جب الٰہیات کے موضوع پر بحث کی تو منہ کی کھائی۔ مکتوبات امامِ ربانی میں "یونانی عقلیات" سے متاثرہ ان افراد پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔ آپ نے ان لوگوں پر حیرت کا اظہار کیا ہے جو ان فلاسفہ کو حکماء

(۱) اثبات النبوۃ ص: ۳۳۔۳۴

کہتے ہیں اور ان کو حکمت سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ اکثر احکام خصوصاً الٰہیات میں جو ان کا اعلیٰ اور روشن مقصد ہے جھوٹے ہیں اور کتاب وسنت کے مخالف ہیں۔ ایسے لوگوں پر حکماء کا اطلاق کرنا جن کے نصیب میں سراسر جہل مرکب ہے، کس اعتبار سے درست ہے۔ ہاں طنز یا مذاق کے طور پر ہو سکتا ہے جیسے نابینا کو بینا کہہ دیا جائے۔(۱) فلاسفہ سے رہنمائی اس لیے بھی نہیں لی جا سکتی کہ ان کے علوم: طب، نجوم اور تہذیب الاخلاق جو ان کے بہترین علوم شمار ہوتے ہیں، انبیاء کی کتابوں سے چوری کئے ہوئے ہیں۔(۲) پس یہ تین معتبر علم چوری کے ہیں اور وہ خبط و بے وقوفی جو علم الٰہی اور ذات وصفات اور افعال واجبی جل سلطانہ کے بارے میں انہوں نے کی ہے وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ میں نصوصِ قرآنی کے مخالف ہے۔ علمِ منطق جو فکرِ صحیح اور فکرِ سقیم میں امتیاز کرنے کا آلہ ہے جسے وہ غلطی سے محفوظ رکھنے والا کہتے ہیں نہ فلاسفہ کے کام آیا اور نہ ان کے مقصدِ اعلیٰ میں ان کو غلطی اور خطا سے نکال سکا تو دوسروں کے کیا کام آئے گا۔(۳)

یہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ انبیاء کی تعلیمات کے مقابلہ میں آپ علمائے یونان کے خیالات کو کیا حیثیت واہمیت دیتے تھے۔ آج بھی عقلیات کا دور ہے ہمیں علوم وفنون کی تحصیل ایک آلے کی حیثیت سے تو ضرور کرنی چاہیے مگر انہیں منزل نہیں بنانا چاہیے۔ ان کا نجات اخروی سے کوئی تعلق نہیں نجات اخروی صرف انبیاء کی تعلیمات سے ہی ممکن ہے۔

انبیاء اصول میں متفق ہیں:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے شیخ فرید کو ایک خط میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ انبیاء کی دعوت بنیادی طور پر اصولوں میں ایک تھی اگر کہیں فرق محسوس ہوتا ہے تو فروع

---

(۱) دفتر سوم مکتوب: ۲۳ (۲) دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

(۳) دفتر سوم مکتوب: ۲۳

میں ہے۔اس اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے منکرین نبوت کے بعض شبہات کو بھی دور کیا ہے،مکتوب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''انبیاء کرام، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان سب پر بالعموم اور ان میں سے افضل پر بالخصوص اللہ تعالیٰ کی رحمت وسلام وتحیات و برکات ہوں، کیونکہ ان بزرگوں کے طفیل ایک عالم کو دائمی نجات کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ہمیشہ کی گرفتاری سے آزادی نصیب ہوئی ہے، اگر ان حضرات کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق سبحانہ وتعالیٰ جو غنی مطلق ہے دنیا جہان کو اپنی ذات تعالیٰ اور صفات مقدسہ کی نسبت کچھ خبر نہ دیتا اور اس کی طرف راستہ نہ دکھاتا اور کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا اور (شرع شریف کے) اوامر ونواہی کہ جن کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنے فضل وکرم سے محض ان کے نفع کے لئے مکلف بنایا ہے ان کے بجالانے کی تکلیف نہ دیتا اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور اس کے ناپسندیدہ امور سے جدا نہ ہوتے......

پس اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَھَدَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَ جَعَلَنَا مِنْ مُّصَدِّقِی الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا)

اور یہ بزرگواران (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) دین کے اصول (سب) میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات، حشر ونشر، رسولوں کے بھیجنے، فرشتوں کے نازل ہونے، وحی کے وارد ہونے، جنت کی نعمتوں اور دوزخ کا عذاب دائمی وابدی ہونے کے بارے میں ان سب کی بات ایک ہی ہے اور ان کا اختلاف صرف ان بعض احکام میں ہے جو دین کے فروع سے تعلق رکھتے ہیں (کیونکہ) حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہر زمانے میں ہر

اولوالعزم پیغمبر پر اس زمانہ والوں کے مناسب بعض احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے اور مخصوص احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے۔ احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی کا ہونا حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر ہے اور ایسا بھی بہت دفعہ ہوا ہے کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف وقتوں میں ایک دوسرے کے برخلاف احکام نسخ وتبدیل کے طور پر وارد ہوئے ہیں۔

اور ان بزرگوں (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے متفقہ فرمودات میں سے چند یہ ہیں:...... حق تعالیٰ سبحانہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا...... حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا...... مخلوق میں کسی کو اپنا رب نہ بنانا...... یہ (یعنی نفی عبادت غیرحق) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے ان (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے متبعین کے علاوہ اور لوگ اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نے بھی اس قسم کے کلمات نہیں کہے ہیں۔

منکرین نبوت اگرچہ اللہ تعالیٰ کو واحد (ایک) کہتے ہیں لیکن ان کا حال دو باتوں سے خالی نہیں یا تو وہ اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو واحد مانتے ہیں لیکن استحقاق عبادت میں (واحد) نہیں مانتے......اور اہل اسلام کے نزدیک حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہونے میں بھی واحد ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں بھی...... کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کا ثابت کرنا ہے۔

اور دوسری بات جو ان بزرگوں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ وہ سب اپنے آپ کو دیگر لوگوں کی طرح بشر (انسان) جانتے ہیں اور عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور

اس (حق تعالیٰ) کو مخلوق میں حلول کرنے اور مخلوق کے ساتھ اتحاد سے پاک بتاتے ہیں...... لیکن نبوت کا انکار کرنے والے لوگ ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے سردار اپنی خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے اندر حلول کیا ہوا ثابت کرتے ہیں اور عبادت کا حق دار ہونے اور معبود (الہ) ہونے کا اپنے اوپر اطلاق کرنے سے اجتناب نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ وہ بندگی سے پاؤں باہر نکال کر برے افعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور (ان برے افعال کو) مباح جاننے کا راستہ ان پر کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ یہ (باطل) معبودوں کے لیے کوئی چیز منع نہیں ہے اور (یہ باطل معبود) جو کچھ کہتے ہیں وہ اس کو درست جانتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں یہ اس کو مباح سمجھتے ہیں، یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا پس ان کے لیے اور ان کے متبعین و پیروکاروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک اور بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام متفق ہیں اور ان منکروں کو اس دولت سے کچھ نصیب نہیں، یہ ہے کہ فرشتے جو مطلق (بالکل) معصوم ہیں اور کسی قسم کا تعلق و آلودگی نہیں رکھتے یہ حضرات ان کے نازل ہونے کے قائل ہیں اور ان (فرشتوں) کو (اللہ تعالیٰ کی) وحی کے امین اور کلام الٰہی کے پہنچانے والے جانتے ہیں۔ پس یہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں اور جو کچھ پہنچاتے ہیں حق تعالیٰ ہی کی طرف سے پہنچاتے ہیں، لیکن منکروں کے سردار جو الوہیت کے مدعی ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور اپنے الہ (معبود) ہونے کے گمان کے باعث اسی کو درست جانتے ہیں، پس انصاف سے کام لینا ضروری ہے، جو شخص نہایت بے عقلی کی وجہ سے اپنے آپ کو خدا کہے اور عبادت کا مستحق جانے اور فاسد گمان سے ناشائستہ افعال اس سے سرزد ہوں اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہے اور اس کی پیروی پر کیا انحصار ہے۔" (۱)

(۱) دفتر اول مکتوب: ۶۳

ایک اوراہم نکتہ کی طرف اشارہ دفتر سوم مکتوب:۲۲ میں اس طرح کیا ہے:

”منقول ہے کہ کسی پیغمبر سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس کا انجام اس کی شریعت میں یا دوسرے انبیاء کی شریعت میں حرمت تک پہنچا ہو اور آخر کار حرام ہو گیا ہو اگر چہ وہ کام اس وقت مباح ہی کیوں نہ ہو مثلاً شراب جو پہلے مباح تھی اور آخر میں حرام ہو گئی لیکن کسی پیغمبر نے اس کو کبھی نہیں پیا“

آپ نے دفتر دوم کے مکتوب:۵۵ میں انبیاء کے احکامات میں فرق کو مجتہدین کے اجتہاد میں فرق کی مثال سے واضح کیا ہے اور اس کی وجہ یہ تحریر کی کہ ”ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازے کے لحاظ سے جدا جدا احکام ہوتے ہیں“۔

اسی طرح دفتر اول کے مکتوب:۱۶۸ میں اس بات کو بھی واضح کر دیا کہ تمام انبیاء کی دعوت خالق کی طرف ہے جبکہ دیگر (اہل ہنود کے معبود) کی دعوت اپنی ذات کی طرف ہے۔

حضرت امامِ ربانی نے انبیاء کے اصولوں میں متفق ہونے کا جو ذکر فرمایا یہ مفسرین و محدثین کی آراء کی انتہائی خوبصورت جامع شرح ہے۔ مفسرین نے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا(۱) کی تفسیر میں انبیاء کے اصول میں متفق ہونے کا تذکرہ کیا۔ اسی طرح حدیث مبارکہ الانبیاءُ اِخوَةٌ لِعَلاَّتٍ، واُمَّهاتُهُم شَتّٰی و دینهم واحِد (۲) کی تشریح میں اس نکتہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِنَّ أصلَ دِینهم واحِدٌ وَّ هُوَ التَّوحِیدُ وَإنْ اختَلَفَ فُروعُ الشَّرائِعِ(۳)

---

(۱) المائدہ:۴۸/ ملاحظہ فرمائیے معالم التنزیل جلد۲،ص:۴۳/ مفاتیح الغیب، جلد۱۲،ص:۱۲

(۲) صحیح بخاری کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۴۴۳/ صحیح مسلم کتاب الفضائل رقم الحدیث ۴۳۶۵

(۳) فتح الباری جلد۶،ص:۴۸۹

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اَیْ أُصُولُ الدِّینِ وَأُصُولُ الطَّاعَاتِ وَاحِدٌ وَالْكَیْفِیَّاتُ وَالْكَمِّیَاتُ فِی الطَّاعَةِ مُخْتَلِفَةٌ.(۱)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی وفضیلت:

انبیاء کرام سے بڑھ کر عظمت وفضیلت کا تصور نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ متکلمین کے مطابق کائنات میں عظمت وفضیلت کا بلند ترین مقام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی حاصل ہے۔ اس حقیقت کبریٰ پر عارفانہ اسلوب میں بحث کے بعد بطور نتیجہ حضرت امام ربانی لکھتے ہیں: ''اس امت ''جو خیر الامم ہے'' کے کاملین کا انتہائی عروج انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے قدموں کے نیچے تک ہی ہوتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد پوری نوع انسانیت کی سب سے بزرگ اور افضل ترین شخصیت ہیں، لیکن ان کا انتہائی عروج بھی کسی نبی کے قدم کے نیچے تک ہی ہے جو تمام انبیاء کے درجات سے کمتر درجہ ہے۔''(۲)

عصمتِ انبیاء:

حق جل وعلا کے اولیاء گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہیں اگرچہ ان سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے بخلاف انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے جو گناہوں سے معصوم ہیں ان حضرات سے گناہ کے صادر ہونے کا امکان بھی سلب کرلیا گیا ہے۔(۳)

---

(۱) عمدۃ القاری جلد ۱۶، ص:۳۶

(۲) مبدا ومعاد ص:۴۱ منہا:۱۴۔ مزید دفتر سوم مکتوب:۴۴، دفتر دوم مکتوب:۴۴

(۳) دفتر دوم مکتوب:۴۴

ہندوستان میں انبیاء کی بعثت:

انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات اس پر دلالت کرتی ہیں: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ، وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۴) اور وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس:۴۷) جیسی آیات اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے رسولوں کا ذکر قرآن نے نہیں کیا (النساء۲۴) ان اشارات سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی انبیاء تشریف لائے۔ عبدالکریم شہرستانی (م:۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء) امام فخر الدین رازی (م:۶۰۶/۱۲۰۹ء) نے بھی ہندوستان کے کفار کا وجود باری پر اتفاق نقل کیا ہے۔(۱)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہندوستان میں انبیاء کی بعثت پر گفتگو کی ہے۔ مگر آپ کے اسلوب اور تحقیق میں زیادہ جامعیت ہے۔ مکتوب ملاحظہ فرمائیں:

"یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر دوڑاتا ہے تو کوئی ایسا خطہ زمین نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور آفتاب کی طرح سب جگہ پہنچا ہے، حتی کہ یاجوج وماجوج میں بھی جن کے درمیان دیوار حائل ہے (وہاں بھی) پہنچا ہوا ہے اور گذشتہ امتوں میں بھی ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت ہی کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوئے ہوں یہاں تک کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملے سے دور دکھائی دیتی ہے معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ اہل ہند میں سے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ

ملاحظہ فرمائیں: ہندوستان عربوں کی نظر میں جلد دوم، ص:۴۴/ ہندوستانی قدیم مذاہب ص:۵۳

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر (یہ فقیر) ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا ہے جس پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا اور اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی پیغمبر ایسا ہے جس پر صرف ایک آدمی ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں اور بعض پر صرف تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں سے زیادہ نظر نہیں آتے جو ہندوستان میں کسی ایک پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تا کہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوتے اور ہند کے سرداران کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس سبحانہ کی صفات سے اس تعالیٰ کی تنزیہات و تقدیسات کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ سب قندیلِ نبوت کے انوار سے لیا ہے کیونکہ گذشتہ امتوں میں ہر زمانے میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گذرا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اِس جل شانہٗ کی صفات ثبوتیہ اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی تنزیہات و تقدیسات کی نسبت خبر دی ہے۔ اگر ان بزرگ پیغمبروں کا وجود مبارک نہ ہوتا تو ان بدبختوں (کافروں) کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کی ظلمتوں سے آلودہ ہے اس دولت کی طرف کب ہدایت پاتی ان بدنصیبوں کی ناقص عقلیں اپنی ذات کی حد تک اپنی الوہیت کا حکم کرتی ہیں اور اپنے علاوہ کسی کو معبود نہیں مانتیں جیسا کہ فرعون مصر نے کہا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (۱) (میں نہیں جانتا کہ میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی معبود ہے) اور یہ بھی کہا: لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ (۲) اگر تو میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنائے گا تو تجھے قید میں ڈال دوں گا) اور چونکہ ان کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تعلیمات سے معلوم ہو گیا تھا کہ کائنات کا بنانے والا واجب الوجود تعالیٰ و تقدس ہے تو ان بدنصیبوں میں سے بعض نے اس دعوے کی برائی پر اطلاع پا کر تقلید اور پوشیدگی کے طور پر صانع حقیقت کا اثبات کیا اور اپنے

---

(۱) القصص:۳۸ (۲) الشعراء:۲۹

اندر جاری وساری (حلول) سمجھا اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی دعوت دی۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس بات سے جو یہ ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے) اس مقام پر کوئی کوتاہ اندیش (کم عقل) یہ سوال نہ کرے کہ اگر سرزمین ہند میں انبیاء مبعوث ہوتے تو یقینی طور پر ان کی بعثت کی خبر ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوت کے سبب تواتر کے ساتھ منقول ہوتی جب ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پیغمبر نہیں آئے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہیں تھی بلکہ بعض کی دعوت تو کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھی اور بعض کی دعوت کسی ایک گاؤں یا شہر کے لئے تھی۔ اور بہت ممکن ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس قوم یا قریہ میں کسی ایک شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو اور اس شخص نے اس قوم یا قریہ کے لوگوں کو صانع جل شانہ کی معرفت کی دعوت دی ہو اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہو اور اس قوم یا قریہ نے اس کا انکار کیا ہو اور اس کو گمراہ و جاہل سمجھا ہو، اور جب ان کا انکار و تکذیب انتہا کو پہنچ گئی ہو تو حق جل وعلا کی مدد نے آ کر ان کو ہلاک کر دیا ہو اسی طرح کچھ مدت کے بعد دوسرا پیغمبر کسی قوم یا قریہ میں مبعوث ہوا ہو اور اس پیغمبر نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہو۔ جیسا پہلے پیغمبر نے کیا تھا اور اس قوم نے اس پیغمبر کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا ہو جیسا پہلے والے کے ساتھ کیا تھا۔ اور اسی طرح ہوتا رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

سرزمین ہند میں بھی قریوں اور شہروں کی بربادی و ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ قوم اگرچہ ہلاک ہو گئی لیکن وہ "کلمہ دعوت" ان کے ہمعصروں کے درمیان باقی رہ گیا وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱) اور اس کلمہ (توحید) کو اس لیے (ان کے) پیچھے باقی رکھا کہ شاید وہ (حق کی طرف رجوع کر آئیں)

---

(۱) الزخرف:۲۹

مبعوث شدہ پیغمبروں کی نبوت کی خبر ہمیں اس وقت ملتی جبکہ بکثرت لوگ ان کے پیرو ہوتے، قوت و شوکت پیدا کرتے (لیکن جب) ایک آدمی (پیغمبر) آیا اور چند روز دعوت کا کام کر کے چلا گیا کسی شخص نے اس کی بات کو قبول نہیں کیا، پھر دوسرا آیا اس نے بھی وہی کام کیا اور اس کا ایک شخص پیرو ہو گیا اسی طرح دوسرا آیا اور اس کے دو یا تین پیرو بن گئے تو پھر ان کی خبر کس طرح اشاعت پذیر ہوتی۔ چونکہ تمام کفار نے ان (پیغمبروں) کا انکار کیا اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کی تردید کرتے رہے تو پھر نقل کون کرتا اور کس سے نقل کی جاتی دوسرا جواب یہ ہے کہ رسالت، نبوت اور پیغمبری کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ وعلی جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات کی اتحادِ دعوت کے سبب عربی اور فارسی زبان میں آئے ہیں، ہندی لغت میں یہ الفاظ نہیں ہیں تاکہ ہند کے مبعوث شدہ انبیاء کو نبی رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو موسوم کرتے...... اور اسی طرح اس سوال کے جواب میں بطریق معارضہ (بطریق الزام) ہم کہتے ہیں کہ اگر ہند میں پیغمبر مبعوث نہیں ہوئے اور ان کی زبان میں ان کو دعوت حق نہیں دی گئی تو یقینی طور پر ان کا حکم شاہق جبل والوں کی طرح ہوگا کہ سرکشی اور الوہیت کے دعوے کے باوجود دوزخ میں نہ جائیں اور ان کو دائمی عذاب نہ ہو۔ اس بات کو نہ تو عقل سلیم ہی تسلیم کرتی ہے اور نہ کشف صحیح اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکشوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔(۱)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تحقیقات صرف تاریخی نوعیت کی نہیں کشفی بھی ہیں۔ بہر صورت اس مکتوب سے درج ذیل نکات بآسانی اخذ کئے جا سکتے ہیں:

(i) ہندوستان میں انبیاء مبعوث ہوئے مگر ان پر ایمان لانے والے افراد کی تعداد تین سے زائد نہیں۔

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۵۶

(ii) ان انبیاء کی دعوت کسی قوم یا کسی گاؤں رشہر والوں کے لیے مخصوص تھی۔

(iii) جب لوگوں نے دعوت انبیاء کا انکار کیا تو ان پر عذاب آیا اور اس عذاب کے آثار بکثرت پائے جاتے ہیں۔

اس موضوع پر نقشبندی مجددی سلسلہ کے ایک دوسرے بزرگ حضرت مظہر جان جاناں کا ایک مکتوب بھی بہت معلومات افزا ہے (آپ کے اس مکتوب کی شرح مولانا سید اخلاق حسین نے کی ہے۔ جو اصل مکتوب کے ساتھ شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی سے شائع ہوا ہے) (۱)

مکتوبات میں تذکارِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام:

مکتوبات کے تینوں دفاتر میں حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کیا ہے۔ عموماً اس تذکرہ میں صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے۔ بعض معارف کے بارے میں تو آپ نے فرمایا: ''معارفے ازمن ظاہر میگردد کہ ازغرابت آن نزدیک ست کہ ابناء جنس ہم ازمن نفرت پیدا کنند ومحرمان نیز درمقام ستیز آیند ومجرم گردانند مرادرحصول آن معارف چہ اختیارست......(۲)

اس لیے ان عبارات کے نقل کی بجائے چند احوال ومعارف کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام (۳)

سیدنا نوح علیہ السلام (۴)

---

(۱) حضرت مظہر علیہ الرحمۃ کی تحقیق سے آپ کے خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی نے اختلاف کیا ہے۔

(۲) دفتر سوم مکتوب: ۸۸

(۳) دفتر اول مکتوب ۲۱۲، ۲۵۵، ۲۶۰، ۴ر دفتر دوم مکتوب ۷، ۲۸، ۵۸، ۴، ۷، ۹۶ر دفتر سوم مکتوب ۱۰۰

(۴) دفتر اول، مکتوب ۱۶، ۱۹۵، ۲۵۱، ۱۹۳، ۲۶۰ر دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

اور حضرت سلیمان علیہ السلام (۱)

کا مختلف حوالوں سے ذکر کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت (۲) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی مکتوبات میں متعدد بار مذکور ہوا۔

حضرت یعقوب اور یوسف علیہ السلام کے حوالہ سے دلچسپ بات ذکر کی کہ ایک رسول اپنے بیٹے کی محبت میں اس قدر گرفتار کیوں؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیٹے شیخ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ (۳) نے اس حوالہ سے ایک سوال پوچھا تھا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس کو نقل کیا (زیر آیت: ۸۴ سورہ یوسف) صاحب تفسیر ضیاء القرآن نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تحقیق پر جو تبصرہ فرمایا پہلے اسے ملاحظہ فرما لیا جائے بعد ازاں مکتوب کی نقل پیش کروں گا۔ ''حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تصوف کی مخصوص زبان میں اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے جو عام لوگوں کے فہم سے بالاتر ہے میں نے عام فہم انداز میں آپ کا مدعی اور خلاصہ کلام پیش کیا ہے تا کہ عوام بھی لطف اندوز ہو سکیں۔

اہل علم سے میری استدعا ہے کہ وہ خود تفسیر مظہری کا اس مقام پر مطالعہ کریں اور محظوظ ہوں انہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ فیلسوف اسلام شاعر مشرق نے جب یہ فرمایا تھا تو بجا فرمایا تھا۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (۴)

---

(۱) دفتر دوم مکتوب: ۶۸ (۲) دفتر سوم مکتوب ۸۸

(۳) حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیے حیات شیخ عبدالحق ص: ۲۵۷-۲۶۵

(۴) ضیاء القرآن جلد دوم، ص: ۴۵۱

اب متعلقہ مکتوب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ اس دنیا میں پیدا ہوئے لیکن اس دنیا کی تمام موجودات کے برخلاف ان کے وجود کی پیدائش اخروی زندگی سے ہوئی ہے اور ان کے وجود کی جانب ترجیح دے کر اس حسن و جمال کا مظہر بنایا ہے جس کا تعلق اسماء وصفات کے ساتھ ہے اور عدمیت کے شائبہ کو جو ان کے نفس یا ان کی اصل سے تعلق رکھتا ہے اس کی پوری طرح نفی کر دی گئی ہے اور عدم کی علت سے جہاں ہر طرح کی برائی اور نقص پیدا ہوتا ہے ان کو اور ان کی اصل کو پاک کر دیا ہے اور وجود کے نور کی جانب غلبہ کے علاوہ جو بہشتیوں کا حصہ ہے، اس میں کچھ نہیں چھوڑا۔ لہٰذا لازمی طور پر ان کے حسن و جمال کی گرفتاری بہشت اور بہشتیوں کے حسن و جمال کی گرفتاری کی طرح نیک اور محمود ہو کر کاملین کا حصہ بن گئی''۔(۱)

حیات خضر علیہ السلام کے حوالہ سے بھی علماء وصوفیہ میں معرکۃ الآراء بحثیں کی گئی ہیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے بھی اپنا کشف نقل کیا ہے۔ اس بارے میں بھی حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس مسئلہ پر میری تشویش حضرت مجدد کی تحقیق سے ہی دور ہوئی (۲) اس کے بعد یہ اقتباس بحوالہ تفسیر مظہری نقل کیا ہے:

''حضرت مجدد الف ثانی نے دیکھا کہ حضرت خضر ان کے پاس کھڑے ہیں آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اور الیاس زندوں سے نہیں لیکن اللہ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجسم ہو جاتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں'' (۳)

---

(۱) دفتر سوم مکتوب:۱۰۰

(۲) ضیاء القرآن جلد ۳، ص:۳۸

(۳) دفتر اول مکتوب:۲۸۲

نبی کریم ﷺ کی مستقل شریعت ہے مگر آپ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کی:

''شریعت کا مستقل ہونا تبعیت کے مخالف نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعت کو بالاصالت اخذ کیا ہو لیکن کسی امر کے حصول کے ذریعے حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کا امر ہوا ہو اور اس امر کا حصول اس متابعت کے حصول کے ساتھ وابستہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے تو وہ ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب بھی علیحدہ پائے گا اور اس نبی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی وجہ سے مزید برکات سے بھی مستفید ہوگا''۔

اس سے یہ وہم نہ ہو کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام کی افضلیت کے قائل ہیں بلکہ آپ لکھتے ہیں ''حضرت خلیل علیہ السلام کی بزرگی اور پیروی کے حکم کو ''اِتَّبِعْ'' سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے معلوم کرنا چاہیے کہ متبوع کو تابع سے کیا نسبت ہے لیکن وہ محبوبیت جو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے حصہ میں آئی ہے وہ قرب کے تمام فضائل و مراتب پر غالب ہے اور سب سے پیش قدم اور برتر ہے قرب کے ہزار مراتب محبوبیت کی ایک نسبت کے برابر نہیں ہوسکتے'' (۱)

آپ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ کبھی فاضل (اعلیٰ) کو مفضول کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سے افضلیت میں فرق نہیں آتا جیسے نبی کریم ﷺ کے لئے فرمایا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (۲)

---

(۱) دفتر سوم مکتوب: ۸۸ (۲) دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲

(مزید ملاحظہ فرمائیں دفتر اول، مکتوب: ۳۱۱، خلت خلیل کے اسرار آپ نے دفتر سوم مکتوب: ۸۸ میں بیان کئے ہیں)

خلاصہ مباحث:

درج بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ انسانی عقل کو مرضیات الٰہی میں ''حجت بالغہ'' تسلیم نہیں کرتے۔ یہ انبیاء ہی ہیں جو انسانی عقل کے رہنما ثابت ہوتے ہیں اور مرضیات الٰہی کا علم سوائے انبیاء کرام کے کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ نفوسِ قدسیہ رحمت ہیں اور اس رحمت کا نزول دنیا کے ہر خطے میں ہوا ورنہ عذابِ آخرت ساقط ہو جاتا۔ خطہ ہندو پاک بھی رحمت کے اس حصہ سے محروم نہیں رہا۔

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے مختلف انبیائے کرام کے مقام و مرتبہ کے حوالہ سے عارفانہ نکات بیان کئے ہیں جن کو مابعد کے مفسرین نے آیات قرآنیہ کی تشریح و توضیح کے لیے بطور حوالہ نقل کیا۔ ان کمالات و مقامات کو سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں جن کے سینے علم اور تزکیہ کی دولت سے مالا مال ہیں ان مقامات کے فہم کی توفیق بھی انہیں ہی نصیب ہوتی ہے۔ آپ نے اس حقیقت کو بھی اپنے اسلوب میں بیان کیا کہ انبیاء کرام زمان و مکان کے بعد کے باوجود بنیادی طور پر ایک ہی پیغام لے کر آئے یعنی اصولوں میں سب انبیاء متفق ہیں۔ ہر نبی کی خاص عظمت و فضیلت کا ذکر بھی کیا مگر اس حقیقت کبریٰ کو بھی بارہا بیان کیا کہ فضیلت کلی کا منصب و مرتبہ آنحضرت ﷺ کو عطا کیا گیا۔ اس لیے مناسب ہے کہ اگلے باب میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے حوالہ سے شیخ سرہندی کے افکار نقل کئے جائیں۔

☆☆☆

نبوتِ محمدِ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
باب سوم

ن والقلم وما يسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون وان لك لاجرا غير ممنون وانك لعلى خلق عظيم فستبصر ويبصرون بايكم المفتون
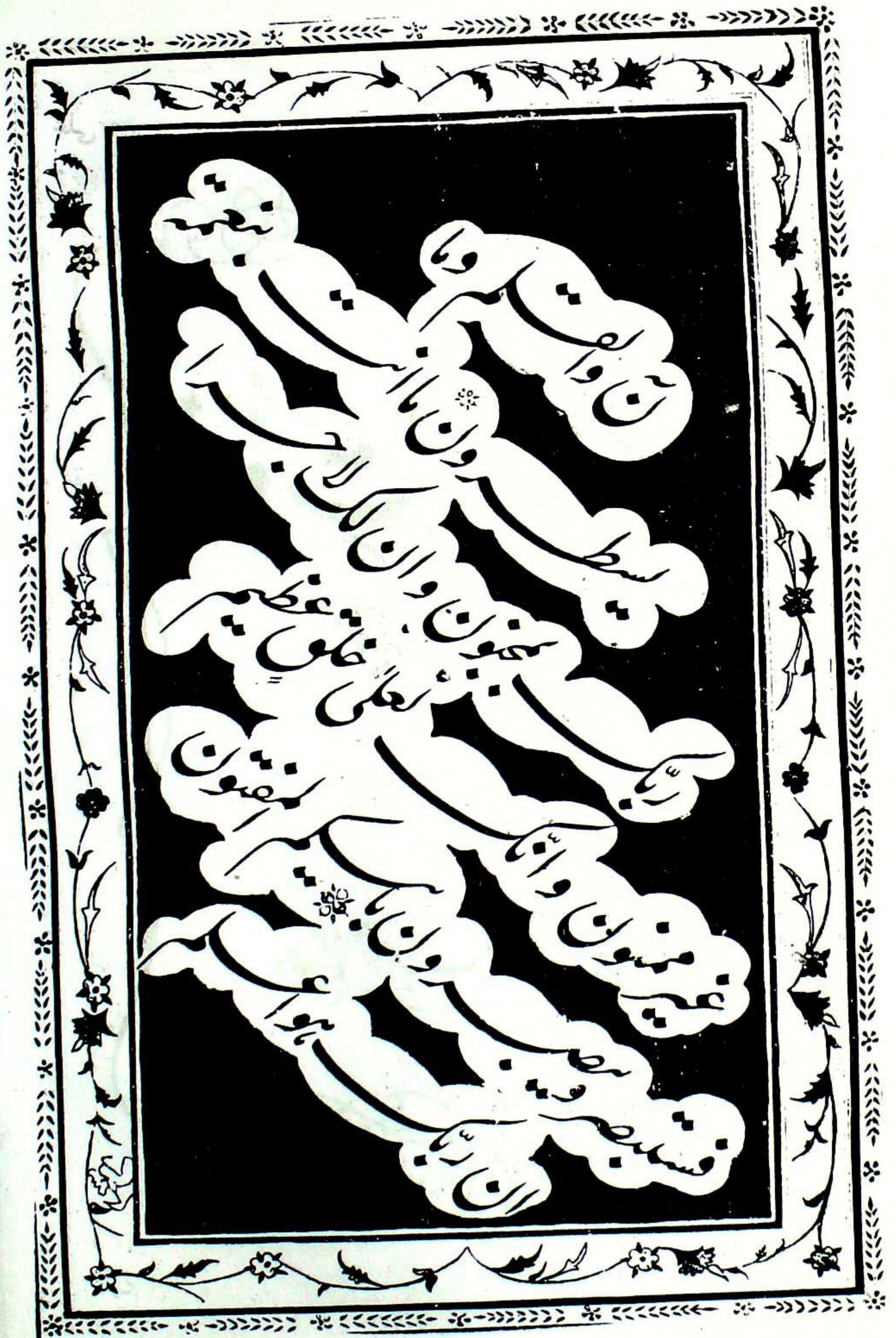
انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ میں، تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (۱) کے تحت فضیلت و مرتبہ کا آخری مقام، بعد از خدا بزرگ توئی کی مصداق نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہر مکتوب میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نہ کسی صورت میں ضرور کرتے ہیں۔ کہیں صلاۃ وسلام لکھا تو کسی جگہ اطاعت واتباعِ نبوی علیہ الصلوٰۃ السلام کے تذکرے ملتے ہیں۔ کسی جگہ محبت وعشقِ رسول کی باتیں تو دوسری جگہ مقامات وعظمت نبوی کے ہمہ جہت پہلوؤں پر تحریر مل جاتی ہے۔ عارفانہ انداز میں حقیقت احمدیہ اور حقیقت محمدیہ پر بلند پایہ معارف بھی ان مکتوبات میں مندرج ہیں۔ عظمت نبوی کا یہ تذکرہ کیوں ہے؟ شیخ فرید کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں: '' نمیداند کہ این مقصر بے سروبرگ در جواب آن چہ نویسد مگر آنکہ فقرۂ چند بعبارت عربی ماثور در فضائل جد بزرگوار ایشاں کہ خیر العرب است بنویسد علیہ وعلی آلہ من الصلوات اتمھا ومن التحیات اکملھا وآن سعادت را وسیلہ نجات اخروی خود سازد نہ آنکہ مداحی او علیہ الصلوۃ والتحیۃ نماید بلکہ مقولہ خود بآن ستاید

مَا اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وسلم بِمَقَالَتِی

لٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم (۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بے سروسامان فقیر اس (شیخ فرید کے خط) کے جواب میں کیا لکھے سوائے اس کے کہ آپ کے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''جو خیر العرب ہیں'' کے فضائل مأثورہ سے چند جملے عربی عبارت میں تحریر کرے۔ اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ (۳)

---

(۱) البقرہ: ۲۵۳

(۲) دفتر اول مکتوب: ۴۴

(۳) شیخ فرید بخاری بن شیخ احمد، سادات سے تعلق رکھتے ہیں ۲۷ واسطوں سے آپ کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے آپ کے نام حضرت مجدد کے ۲۲ مکتوب ہیں۔ مآثر الامراء میں آپ کی شجاعت وسخاوت کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔ (مآثر الامراء (مترجم) جلد ۲، ص: ۴۲۱)

رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے درج ذیل امور حضرت امام ربانی کی تحریروں سے تلاش کیے جاسکتے ہیں:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ثبوت

(۲) تجلیات نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حیات طیبہ کے مختلف پہلو)

(۳) خصائص وکمالات نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ثبوت:

بنیادی طور پر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نبوت محمدی کو بدیہی مانتے ہیں یعنی یہ نبوت ایسی حقیقت کبریٰ ہے کہ اس کے لیے کوئی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے الفاظ میں "وجود باری تعالیٰ وتقدس وہمچنیں وحدت او سبحانہ بلکہ نبوت محمد رسول اللہ نیز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ جمیع ماجاء به من عندالله بدیهی اند بر تقدیر سلامتی مدرکہ از آفات ردیئہ وامراض معنویہ محتاج ہیچ فکر ودلیل نیستند ...... (۱) جس طرح وجود باری تعالیٰ کے بدیہی ہونے کے باوجود ہم اس پر مختلف دلائل ذکر کرتے ہیں اسی طرح باوجودیکہ نبوت محمدی بدیہی ہے، آپ نے اثبات نبوت محمدی کے لیے دلائل کا ذکر فرمایا۔ رسالہ تہلیلیہ (۲) میں یہ دلائل اجمالی اور اثبات النبوۃ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔ ان دلائل کا خلاصہ درج ذیل نکات ہیں:

(ا) آپ کا دعویٰ نبوت تواتر سے ثابت ہے۔

(ب) آپ سے معجزات کا ظہور ہوا اور قرآن معجزۂ عظمیٰ ہے۔

---

(۱) دفتر اول، مکتوب: ۲۶

(۲) ص: ۱۳۔۱۴

(ج) اعلان نبوت سے قبل اور بعد کی حیات مبارکہ

(د) غلبہ دین

ان نکات کی تفصیلات حضرت امام ربانی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"والعلماء أوردوا في اثبات نبوته صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم وجوها الأول وهو العمدة عند جمهور العلماء أنه صلى الله تعالىٰ عليه وآلہٖ وسلم ادعى النبوة وظهر المعجزة على يده اما الأولى فمتواترة تواترا الحقه بالعيان والمشاهدة فلامجال للانكار وأما الثانية فمعجزته القرآن وغيره أما إن القرآن معجز فلأنه تحدى به ولم يعارض فكان معجزاً أما إنه تحدى به فقد تواتر بحيث لم يبق فيه شبهة وآيات التحدى فى القرآن كثيرة كقوله تعالى: "فليأتوا بحديث مثله" (١) وقوله عزوجل: " فاتوا بعشرسور مثله مفتريات"(٢) وقوله سبحانه فأتوا بسورة من مثله وأما انه لم يعارض فلأنه لما تحدى به و دعا إلى الإتيان بسورة من مثله مصاقع البلغاء والفصحاء من عرب العرباء مع كثرتهم من حصى البطحاء وأحرص الناس على إشاعته ليبطل دعواه واشتهارهم بغاية العصبية والحمية الجاهلية و تهالكهم على المباهات والمبارات عجزوا عن الإتيان

---

(١) الطور:٣٤ (٢) هود:١٣

بأقصر سورة من مثله حتى أثروا المقارعة بالسيوف على المعارضة بالحروف فلو قدروا على المعارضة لعارضوا ولو عارضوا لتواتر الينا لتوافر الدواعى على نقله كقتل الخطيب على المنبر والعلم بجميع ذلك قطعى كسائر العادات وأما إن ماتحدى به ولم يعارض يكون معجزا فلما مرمن بيان حقيقة المعجزة وشرائطها وفيه نظر أما أولا فبان يقال لعل التحدى لم يبلغ من هو قادر على المعارضة أولعله تركها كلمته مواضعة على المدعى ومواطاة معه فى إعلاء كلمة فينال من دولته حظا وافرا وأما ثانيا فلعلهم استهانوا به أولا وظنوا أن دعوته ممالايتم وخافوه اخرًا الشدة شوكته وكثرة اتباعه أو شغلهم ما يحتاجون إليه فى تقويم معيشتهم عن المعارضة وأما ثالثا فلعله عورض ولم يظهر لمانع أو ظهر ثم أخفاه اصحابه واتباعه عند استيلائهم وطمسوا اثاره حتى انمحى بالكلية والجواب الإجمالى مامر أولا من أن التجويزات العقلية لاتنافى العلم العادى كمافى المحسوسات والتفصيلى اما عن الاول وهو قوله لعل التحدى لم يبلغ من هو قادر على المعارضة فبان يقال إن مدعى النبوة لما اتى بأمر يصدق دعواه وتحدى به وعجزوا عن معارضته

علم بالضرورة العادية أنه صادق فی دعواه والقدح فيه سفسطة ظاهرة واماعن الثانی وهو قوله لعلهم استهانوابه اولا وخافوا آخرافلانه يعلم بالضرورة العادية والوجدانية المبادرة إلى معارضة من يدعی الانفراد بامر جليل فيه التفوق على أهل زمانه واستتباعهم والحكم عليهم وأنفسهم ومالهم ويعلم بالضرورة أيضاعدم الإعراض عنها فی مثل هذا الأمر بحيث لايتوجه نحوالإتيان بالمعارضه أصلاًو حينئذٍفدلالته من جهة الصرفة واضحة فإن النفوس إذاكانت مجبولة على ذالک كان صرفها منها أمرا خارقا للعادة دالا على صدق المدعی وإن كان مايأتی به مقدورا لغيره واماعن الثالث وهو قوله لعله عورض ولم يظهرلمانع ، فكما علم بالعادة وجوب المعارضة على تقدير القدرة علم بالعادة أيضاوجوب إظهارها اذبه يتم المقصود، واحتمال المانع للبعض فی بعض الاوقات والاماكن لايوجب احتماله فی جميع الاوقات والاماكن بل هذا معلوم الانتفاء بالضرورة العادية فلووقعت معارضة لاستحال عادة إخفاءها، لا من اصحاب المدعی عند استيلائهم و لا من غيرهم فاندفعت الاحتمالات كلها وثبتت الدلالة القطعية.(١)

---

(١) اثبات النبوة،ص:۴۱-۴۳

علماء نے آپ کی نبوت کی جو وجوہ بیان کی ہیں ان میں پہلی وجہ دعویٰ نبوت ہے جو ایسا متواتر ہے کہ اس تواتر کے ساتھ مشاہدہ و معائنہ بھی لاحق ہے اس لیے اس کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی دوسری چیز معجزہ کا ظہور ہے سو وہ قرآن حکیم و دیگر امور ہیں۔ اور قرآن حکیم اس طرح معجزہ ہے کہ آپ نے اس کے مقابلہ کی دعوت دی اور کوئی شخص معارضہ نہ کر سکا تو یہ معجز (عاجز کر دینے والا) قرار پایا اور مقابلہ کی دعوت تواتر سے ثابت ہے اس میں شبہ کی گنجائش تک نہیں۔ چنانچہ خود قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر ہے:

فَلْيَاتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ (۱)

(تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں)

فَاتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ (۲)

(تو تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ)

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (۳)

(تو اس جیسی ایک صورت تو لے آؤ)

اور جب آپ نے مقابلہ اور اس کی مثل لانے کی دعوت دی تو عرب العرباء کے فصحاء و بلغاء بطحا کے پتھروں سے زائد ہونے کے باوجود اور آپ کے دعویٰ کے ابطال کی انتہائی زیادہ خواہش رکھنے، غایت درجہ تعصب و حمیت جاہلیت میں مشہور ہونے اور فخر و مباحات میں سر دھڑ کی بازی لگا دینے کے عادی ہونے کے باوجود قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت کی مثل لانے سے بھی عاجز رہے حتی کہ انہوں نے علمی مقابلہ کی بجائے

---

(۱) الطور:۳۴ (۲) ھود:۱۳

(۳) البقرۃ:۲۳

تلواروں سے مقابلہ کو ترجیح دی اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو ضرور کرتے اور اگر وہ معارضہ کرتے تو اس واقعہ کو نقل کرنے کے کثیر دواعی موجود ہونے کے سبب ہم تک نقل متواتر کے ساتھ پہنچ جاتا جیسے منبر پر خطیب کا قتل ہونا اور دیگر امور عادیہ کی طرح دعویٰ نبوت، ظہور معجزہ، قرآنی تحدی اور کفار کا عاجز آنا وغیرہ ان سب کا علم قطعی ہے۔ اور کسی کا معارضہ و مقابلہ نہ کرسکنا قرآن کے معجز ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ معجزہ اور اس کی شرائط کے بیان میں گذر چکا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ:

(۱) ممکن ہے کہ جو شخص معارضہ پر قادر تھا اس تک دعویٰ مقابلہ نہ پہنچا ہو یا اس نے مدعی کی خیرخواہی اور اس کی حکومت میں شریک ہونے کی خاطر اعلاء کلمہ میں اس کی موافقت کی ہو؟

(۲) ممکن ہے کہ انہوں نے ابتداءً اس دعویٰ کو معمولی جانا ہو اور انتہاءً اس کی شان و شوکت اور کثرت متبعین سے خوفزدہ ہو گئے ہوں یا وہ اپنے امور معیشت میں اس قدر منہمک ہو گئے ہوں کہ انہیں معارضے کی فرصت نہ ملی ہو؟

(۳) مخالفین نے معارضہ کیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہوا یا ظاہر ہوا ہو لیکن مدعی اور اس کے متبعین نے غلبہ پانے کے بعد اسے چھپا دیا ہو اور اس کے آثار کو اس طرح مٹا دیا ہو کہ وہ بالکل ہی معدوم ہو گیا ہو؟

ان کا اجمالی جواب تو وہی ہے جو سابقہ کلام میں گذر چکا کہ تجویزات عقلیہ علم عادی کے منافی نہیں اور تفصیلی جوابات یہ ہیں:

پہلا اعتراض: یہ کہ معارضہ پر قادر شخص تک دعویٰ نہ پہنچا ہو۔

اس کا جواب: یہ ہے مدعی نبوت جب اپنے صدق دعویٰ پر کوئی امر ظاہر کرے اور لوگوں کو

مقابلہ کی دعوت بھی دے اور لوگ معارضہ سے عاجز رہیں تو ضرورت عادیہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور اس پر اعتراض محض ظاہری سفسطہ ہے۔

دوسرا اعتراض: ''یہ کہ پہلے معمولی جانا اور انتہاء میں خوفزدہ ہو گئے ہوں''

اس کا جواب: یہ ہے کہ یہ بات ضرورت عادیہ وجدانیہ سے معلوم ہے کہ ایسے شخص کا فوراً مقابلہ کیا جاتا ہے جو کسی بلند کام میں منفرد ہونے کا دعوی کرے اس میں اہل زمانہ پر فوقیت بھی ہو انہیں اپنا متبع بنانا ہو اور ان کی جانوں اور مالوں میں حکم چلانا ہو اور یہ بات بھی بداہت عقل سے معلوم ہے کہ ایسے معاملہ سے اعراض نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی توجہ ہی نہ کرے اور اس وقت ایک چیز کو اس کے اصل سے پھیرنے کے لحاظ سے آپ کی دلالت واضح ہو گئی کیونکہ نفوس کی جبلت میں داخل کام کو پھیرنا خارق عادت معاملہ ہے اور مدعی کے صدق پر دال ہے۔ اگر چہ وہ جو کچھ لایا ہو غیر کے لیے مقدور ہو۔

تیسرا اعتراض: یہ کہ معارضہ کیا تو ہو مگر ظاہر نہ ہوا ہو۔

اس کا جواب: یہ ہے کہ جس طرح یہ عادتاً معلوم ہے کہ بر تقدیر قدرت معارضہ واجب ہے اسی طرح یہ بات بھی عادتاً معلوم ہے کہ اس کا اظہار بھی واجب ہے اور کسی وقت بعض مقامات پر کسی مانع کا احتمال تمام مقامات واوقات میں مانع کے احتمال کا موجب نہیں ہوتا۔ بلکہ ضرورت عادیہ کے ساتھ اس کا انتفاء معلوم ہے پس اگر معارضہ ہوا ہو تو اس کا مخفی رہنا محال عادی ہے نہ بوقت غلبہ مدعی کے اصحاب سے اور نہ ہی غیر سے لہٰذا تمام احتمالات رفع ہو گئے اور ہمارا مدعا دلالت قطعیہ سے ثابت ہو گیا۔

اس مقام پر آپ نے دیگر معجزات کے حوالہ سے یہ لکھا:

''قرآن حکیم کے علاوہ دوسرے معجزات مثلاً شق قمر، جمادات کا کلام کرنا اور

آپ کی طرف چل کر آنا ، بے زبان چوپاؤں کا بزبان فصیح گفتگو کرنا، مختصر سے کھانے سے ایک جماعت کو سیر کر دینا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا غیب کی خبریں دینا وغیرہ بے شمار امور ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے پس یہ معجزات اگر چہ متواتر نہیں مگر ان میں قدر مشترک ثبوت معجزہ ضرور متواتر ہے جیسا کہ شجاعت علی رضی اللہ عنہ اور جود حاتم متواتر ہے اور ہمیں اثبات نبوت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔''

امام ربانی نے دوسری وجہ کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں:

الوجه الثانی فی وجوه إثبات نبوته صلی الله علیه و آله وسلم وقد ارتضاه الجاحظ من المعتزلة والغزالی منا کما یفهم من کلامه المذکور سابقا الاستدلال باحواله قبل النبوة وحال الدعوة و بعدتما مهاو اخلاقه العظیمة وإحکامه الحکیمة وإقدامه حیث یحجم الإبطال و ذالک انه علیه الصلوة والسلام لم یکذب قط لافی مهمات الدین ولا فی مهمات الدنیا ولو کذب مرة لاجتهد اعداؤه فی تشهیره ولم یقدم علی فعل قبیح لا قبل النبوة ولا بعدها وکان فی غایة الفصاحة کماقال أوتیت جوامع الکلم مع کونه أمیاوقدتحمل فی تبلیغ الرسالة انواع المشقات حتی قال ما اوذی نبی مثل ما أوذیت وصبر علیها بلافتور فی عزیمته ولمااستولی علی الاعداء وبلغ الرتبة الرفیعة فی نفاذأمره فی الاموال والانفس لم یتغیر عما کان علیه

بل بقی من أول عمره إلی آخره علی طریقة واحدة
مرضیة و کان فی غایة الشفقة علی أمته حتیٰ خوطب
بقوله فلا تذهب نفسک علیهم حسرات وقوله
فلعلک باخع نفسک علی اٰثارهم وفی غایة السخاوة
حتیٰ عوتب بقوله ولا تبسطها کل البسط و کان عدیم
الالتفات إلی زخارف الدنیا حتی أن قریشاعر ضوا علیه
المال والزوجة والریاسة حتی یترک دعواه فلم یلتفت
الیه و کان مع الفقراء والمساکین فی غایة التواضع ومع
الاغنیاء وارباب الثروة فی غایة الترفع وانه علیه الصلوة
والسلام لم یفرقط من اعدائه وان عظم الخوف مثل یوم
احد ویوم الاحزاب وذالک یدل علی قوة قلبه وشهامة
جنانه ولولا ثقته بعصمة الله تعالی ایاه کماوعده بقوله
والله یعصمک من الناس لامتنع ذالک عادة ولم یتلون
حاله علیه السلام وقد تلونت به الاحوال فمن تبعها
وامثالها علم ان کل واحدمنها وان لم یدل علی النبوة
لان امتیاز شخص بمزید فضله عن سائر الاشخاص
لایدل علی کونه نبیا لکن مجموعها لایحصل
الاللانبیاء علیهم السلام قطعا فاجتماع هذه الامورفی
ذاته علیه الصلوٰة والسلام من اعظم الدلائل علی کونه
نبیاً. الوجه الثالث من تلک الوجوه وقداختاره الامام
الرازی انه علیه الصلوٰة والسلام ادعی...... بین قوم

لاکتاب لهم ولاحکمة فيهم بل كانوا معرضين عن الحق معتكفين اماعلى عبادة الاوثان كمشركى العرب واما على دين التشبيه وصنعة التزوير و ترويج الاكاذيب المفتريات كاليهود واما على عبادة الالهين ونكاح المحارم كالمجوس واماعلى القول بالاب والابن والتثليث كالنصارى...... أنى بعثت من عندالله تعالىٰ بالكتاب المنيرو الحكمة الباهرة لاتمم مكارم الاخلاق وأكمِّل الناس فى قوتهم العلمية بالعقائد الحقة والعملية بالاعمال الصالحة وانوّر العالم بالإيمان والعمل الصالح ففعل ذلک و أظهر دينه على الأديان كلها كماوعده الله سبحانه فاضمحلت تلک الأديان الزائفة وزالت المقالة الفاسدة وأشرقت شمس التوحيد واقمار التنزيه فى اقطار الأفاق ولا معنى للنبوة الاذالک فإن النبى هو الذى يكمل النفوس البشرية ويعالج الامراض القلبية التى هى غالبة على اكثر النفوس فلابد لهم من طبيب يعالجهم ولماكان تاثير دعوة محمدصلى الله تعالىٰ عليه وعلى آلہٖ واصحابه وبارک وسلم فى علاج القلوب المريضة وإزالة ظلماتها أكمل وأتم وجب القطع بكونه نبيا هوأفضل الانبياء والرسل ، قال الإمام فى المطالب العالية وهذا برهان ظاهر من برهان اللم فانا بحثنا عن حقيقة النبوة

وبيّنـا ان تلك الماهية لم تحصل لا حد كما حصلت له عليه الصلوة والسلام فيكون أفضل مماعداه وأما إثبـاتهـا بـالمعجزة فمن برهان الأنّ وهذاالوجه قريب من طـريـق الـحـكـمـاء فی إثبات النبوة اذحاصله أن الـنـاس فـی مـعـاشهـم ومعادهم يحتاجون الی مؤيد من عنداللہ يضع لهم قانونا يسعد هم فی الدارين.(۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات کا دوسرا طریقہ جسے جاحظ معتزلی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا اور امام غزالی کے مذکورہ سابق کلام سے سمجھا جاتا ہے یعنی نبوت سے قبل، دعوت کے وقت، اتمام دعوت کے وقت کے احوال آپ کے اخلاق عظیمہ اور ابطال باطل کے لیے پرحکمت احکام واقدامات سے استدلال کیا جائے یعنی دنیا و دین کی کسی مہم میں کبھی بھی جھوٹ نہ بولنا اگر بالفرض ایک دفعہ بھی جھوٹ بولا ہوتا تو مخالفین ضرور اس کی تشہیر کرتے اعلان نبوت سے قبل اور بعد کوئی قبیح کام نہ کرنا اور آپ کا بہت بڑا فصیح ہونا جیسا کہ آپکا اپنا ارشاد ہے:

"أُوتِيتُ جَوامِعَ الْكَلِم"(۲) (مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں) تبلیغ رسالت کی خاطر طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا حتی کہ آپ فرماتے ہیں جس قدر مجھے اذیت دی گئی ہے کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اس پر آپ کا صبر کرنا اور عزیمت میں ذرہ بھر فتور واقع نہ ہونا اور پھر اعداء پر غلبہ پاکر، جانوں اور مالوں میں تصرف کے اعتبار سے بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بھی اسی سابقہ حالت پر بدستور باقی رہنا بلکہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک ایک ہی محبوب و مرضی طریقہ پر باقی رہنا، اپنی امت پر اس قدر شفقت کہ آپ کو خطاب ہوتا ہے:

---

(۱) اثبات النبوة ص: ۴۹-۵۲

(۲) صحیح بخاری میں بعثت بجوامع الکلم کے الفاظ میں۔ کتاب الجهاد رقم الحدیث: ۲۹۷۷

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ (۱)

(کہیں آپ کی جان ہی ان پر حسرتوں میں نہ چلی جائے)

اور فرمایا جاتا ہے:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِھِمْ (۲)

(تو کیا آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے ان کے...... پیچھے۔)

اور جود و عطا اس قدر کہ فرمایا:

وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ (۳)

(اور نہ پورے کھول دیجیو اپنے ہاتھ)

اور آپ کا دنیا کے مال واسباب اور اس کی تر و تازگی کی طرف کبھی بھی التفات نہ فرمانا حتی کہ قریش کی طرف سے ترک دعویٰ نبوت کی صورت میں مال و متاع بیوی اور ریاست کی پیش کش کو ٹھکرا دینا، فقراء و مساکین کے ساتھ تواضع سے ملنا اور ارباب ثروت و اغنیاء سے غایت ترفع سے ملنا، جان لیوا خطرات منڈلا رہے ہوں تو بھی راہ فرار اختیار نہ کرنا جیسا کہ غزوہ احد اور غزوہ حنین میں ہوا اور یہ آپ کے قلب وارادہ کی قوت کی بین دلیل ہے۔ اگر آپ کو ارشاد خداوندی:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (۴)

اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ فرمائے گا۔

کے مطابق عصمت خداوندی پر وثوق نہ ہو تو عادتاً ایسا ہونا محال تھا اور آپ کا حال تبدیل نہ ہونا جب کہ آپ کے سب احوال تبدیل ہو جاتے۔

---

(۱) سورۃ الفاطر: ۸ (۲) سورۃ الکہف: ۶

(۳) بنی اسرائیل: ۲۹ (۴) المائدۃ: ۶۷

جس شخص نے اس طرح کے امور کا تتبع کیا ہے وہ جانتا ہے کہ ایک واقعہ اور وصف اگرچہ نبوت پر دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک شخص کا تمام لوگوں سے کسی فضل میں ممتاز ہونا نبی ہونے کی دلیل نہیں لیکن ان تمام امور کو مجموعاً قطعی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام میں ہی پایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا آپ کی ذات مقدسہ میں ان امور کا اجتماع آپ کے نبی ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے۔

اثبات نبوت کا تیسرا طریقہ: اسے امام رازی نے اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں دعویٰ نبوت کیا جن میں کتاب و حکمت نہیں تھی بلکہ وہ حق سے روگردان تھے۔ وہ یا تو بتوں کی عبادت پر معتکف تھے مثلاً مشرکین عرب، یا دین تشبیہ صنعت تلبیس وتزویداور افتراءات واکاذیب کی ترویج پر قائم تھے مثلاً یہودی یا وہ دو خدا مانتے تھے اور محارم کے ساتھ نکاح روا رکھتے تھے جیسا کہ مجوس۔ یا اب ابن اور تثلیث کے قائل تھے جیسا کہ نصاری۔

آپ نے دعویٰ نبوت کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور کامل حکمت کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ میں مکارم اخلاق مکمل کردوں اور لوگوں کی قوت علمیہ کو عقائد حقہ سے اور قوت عملیہ کو اعمال صالحہ کے ساتھ مکمل کردوں اور ایمان وعمل صالح کے ذریعے سارا جہاں منور کردوں پھر آپ نے ایسا کر دکھایا اور وعدہ ربانی کے مطابق آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آ گیا اور تمام باطل دین مضمحل (ناپید) ہوگئے اور فاسد مقالات زائل ہوگئے آفاق عالم میں توحید کے سورج تنزیہہ کے چاند چمکنے اور دمکنے لگے اور نبوت کا یہی مطلب ومفہوم ہے کیونکہ نبی نفوس بشریہ کی تکمیل اور امراض قلبیہ جو اکثر مخلوق پر غالب رہتی ہیں، کا علاج کرتا ہے لہٰذا ان کو طبیب اور معالج کی ضرورت ہوتی ہے اور جب

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیمار دلوں اور دلوں کی تاریکیوں کے زوال میں دعوت اتم واکمل تھی تو آپ کی نبوت کا یقین کرنا فرض ہو گیا اور آپ افضل الانبیاء والرسل ٹھہرے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وسلم امام رازی مطالب عالیہ (۱) میں فرماتے ہیں:
یہ برہان ظاہر برہان لمی (۲) ہے ہم نے حقیقت نبوت کے متعلق گفتگو کی اور یہ بیان کہ یہ کیفیت جس طرح آپ کو حاصل تھی کسی اور کو حاصل نہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انبیاء ورسل سے افضل ہیں اور معجزہ کے ساتھ آپ کی نبوت کا اثبات برہان اِنّی (۳) ہے اور اثبات نبوت میں یہ صورت طریقۂ حکماء کے قریب ہے کیونکہ اس کا حاصل یہی ہے کہ لوگ اپنے معاش ومعاد میں کسی موید من اللہ ذات کے محتاج ہیں جو ان کے لیے ایسا ضابطہ اخلاق مقرر فرمائے جو انہیں دنیا وآخرت میں مسعود کر دے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لیے یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی میں مختلف چیزوں کے لیے اہل فن کے تجربات پر اعتماد کرتے ہیں اس معاملہ میں ایسا کیوں نہیں کرتے۔

وہ لکھتے ہیں:

تم نے اپنے تجربہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصحاب تجربہ کی باتیں سن کر تقلید کی ہے تو اس طرح اقوال اولیاء بھی سن لو جنہوں نے تجربہ کیا ہے اور تمام شرعی امور میں حق کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان کے طریقے پر چلو گے تو تمہیں بھی بعض امور کا مشاہدہ ہو گا، غیوب کا انکشاف ہو گا اور ایسے امور وخواص کا اظہار ہو گا کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے

---

(۱) المطالب العالیۃ جلد ۸، ص: ۴۷/ مفاتیح الغیب جزء ۱۷، ص: ۱۱۵

(۲) جس میں حد اوسط فی الواقع حکم کے لیے علت بنے جیسے زیدٌ متعفن الاخلاط، وکل متعفن الاخلاط محموم فزیدٌ محمومٌ

(۳) جس میں حد اوسط فی الواقع حکم کے لیے علت نہ بنے بلکہ بسا اوقات بالعکس (یعنی معلول) ہو جیسے زیدٌ محمومٌ وکلُّ محموم متعفن الاخلاط، فزیدٌ متعفن الاخلاط۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صداقت کا بدیہی علم حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے قرآن حکیم میں غور وتامل کرو احادیث کا بنظر غائر مطالعہ کرو تم پر حقیقت حال واضح ہو جائے گی جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا:

''اگر تجھے کسی معین شخص کی نبوت میں شک ہو تو یقین حاصل کرنے کے لیے اس کے احوال کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے خواہ وہ مشاہدہ سے حاصل ہو یا تواتر وتسامع سے کیونکہ تمہیں طب اور فقہ کی معرفت سے اطباء وفقہاء کے احوال کے مشاہدہ کے ساتھ یا ان کے اقوال سن کر ان کا علم ہو سکتا ہے۔ پس تم امام شافعی کو فقیہ اور جالینوس کو طبیب جاننے سے عاجز نہیں آؤ گے اور یہ معرفت بالحقیقت ہو گی نہ کہ بالتقلید بلکہ تمہیں طب اور فقہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوں اور تم ان کی کتب وتصانیف کا مطالعہ کرو تو ان دونوں حضرات کے حالات کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح جب تم معنیٰ نبوت سمجھ چکے ہو تو قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرو تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونا معلوم ہو جائے گا۔ (۱)

(۲) تجلیات نبوتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کی تحریروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارات موجود ہیں۔ ذیل میں ان اشارات کو ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(ا) ولادتِ نبوی:

آپ لکھتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش

---

(۱) اثبات النبوۃ ص: ۴۰

دوسرے تمام افرادانسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کوئی بھی فردان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل وعلا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللّٰہ میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی'' (۱)

اس سلسلہ میں آپ ایک غلط فہمی کا رد فرماتے ہوئے، عرفانی مباحث کے بعد، لکھتے ہیں:

'' حاصل کلام یہ ہے کہ اس جہان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تا کہ مخلوقات کے ساتھ کہ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے ان کے لیے وہ مناسبت جو افادہ واستفادہ کا سبب ہے زیادہ سے زیادہ پیدا ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لیے بڑی تاکید سے حکم فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا أنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوحٰی اِلَیَّ (۲) فرمادیں کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے اور لفظ مثلکم کا لانا بشریت کی تاکید کے لیے ہے۔ وجود عنصری سے رحلت فرمانے کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت غالب آ گئی اور آپ کی بشریت کی مناسبت کم ہو گئی اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔ چنانچہ بعض اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ ہم ابھی آں سرور علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں ایک فرق محسوس کیا۔ ہاں (فرق کیوں نہ ہو) ایمان شہودی بایمان غیبی مبدل گشت ومعاملہ از آغوش بگوش کشید واز دیدن بشنیدن آمد''

---

(۱) دفتر سوم مکتوب: ۱۰۰

(۲) الکہف: ۱۱۰

ایمان شھودی ایمان غیبی سے بدل گیا اور معاملہ آغوش سے گوش تک آ پہنچا اور دیکھنے کی بجائے سننے کی نوبت آ گئی'' (۱)

نفس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر دور حاضر کے معروف مفسر حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس نقل کر دیا جائے۔ آپ لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ بڑا نازک ہے مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں۔ بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہدیہ ناظرین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم و تقوی اہل شریعت و طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک حجت ہے اس لیے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔ شاید جلوۂ حسن محمد کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار مسکرا دے کسی کے دل بے قرار کو قرار آ جائے۔ آپ لکھتے ہیں: (یہاں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر سوم کا مکتوب ۱۰۰ نقل کیا ہے جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے) مکتوب کا اقتباس نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں؟ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کی تعظیم و تکریم فرض عین ہے اور ادنی سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشاد الٰہی ہے وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص، ادب و احترام ہے یا سوء ادبی پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہو گا اور دوسری میں نا جائز۔ مہر سپہر علم و عرفان حضرت پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ نے اس عقیدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۰۹

متضمن کمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ارشاد باری تعالیٰ مَا مَنعکَ اَن لّاتَسجُدَ لِمَا خَلَقتُ بِیَدیَّ (اے ابلیس جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا) کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی اس لیے اسے بشر کہا گیا۔ اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے۔ نیز یہی بشر جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے'' (فتاوی مہریہ ص:۱۰)(۱)

تفسیر ضیاء القرآن سے ان اقتباسات کے نقل کا مقصد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں مکاتیب کے اقتباسات کی تفہیم و تسہیل ہے۔ تاکہ آپ کے بیان کردہ معانی و مفاہیم کو عام فہم اور سادہ زبان میں بیان کیا جا سکے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر سوم، مکتوب:۱۰۰ میں بعض ذہنوں میں جنم لینے والے شبہات کا جواب بھی دیا ہے۔ کہ آپ ﷺ اپنی اعلیٰ شان اور جاہ و جلال کے باوجود ہمیشہ ممکن ہیں اور ہرگز امکان سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ وجوب کے ساتھ پیوست ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ امر الوہیت کے ساتھ متحقق ہونے کو مستلزم ہے تعالیٰ اللّٰہُ اَن یَّکُونَ لَهٗ نِدّوٌ شَرِیکٌ

دع ما ادّ عته النصاری فی نبیهم (۲)

---

(۱) ضیاء القرآن جلد ۳، ص:۵۹۔۶۰ (۲) دفتر سوم مکتوب ۱۴۲

یہ امام شرف الدین بوصیری (م:۶۹۶) کے شعر کا مصرعہ ہے پورا شعر اس طرح ہے

دع ما ادّعته النصاری فی نبیهم

واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم

آپ کے جسم اطہر کی لطافت سب سے زیادہ تھی، اور یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کس شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف نہیں ہے تو سایہ کی گنجائش ہی کیا۔(۱)

(ب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے ذاتی

سیدنا احمد اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے ذاتی ہیں۔ حضرت امام ربانی نے تصوف کی زبان میں ان اسماء کے لطائف بیان کئے ہیں۔ آپ کے بقول دونوں مبارک اسماء کی ولایت علیحدہ علیحدہ ہے۔ ولایت محمدی آپ کے ہی مقام محبوبیت سے پیدا ہوئی اور ولایت احمدی، محبوبیت صرف سے پیدا ہوئی ہے اور یہ ولایت پہلی سے مقدم ہے۔ حضرت شیخ سرہند نے اسم مبارک احمد میں ''م'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ ''طوق عبودیت'' ہے۔(۲) اس میم کو آپؒ نے قرآن مجید کے حروف مقطعات سے بھی قرار دیا(۳) ان اسماء کے بارے میں عارفانہ نکات بیان کرنے کے بعد یہ شعر لکھا ہے:

چونام ایں ست نام آورچہ باشد
مکرم تر بود از ہر چہ باشد (۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ''اسم احمد'' سے دی، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ نعمان بدخشی کو لکھتے ہیں: ''اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے پہلے آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام کو حاصل تھی اس مرتبہ کی نسبت خبر دیتے ہوئے فرمایا کُنتُ نبیا و آدمُ بین الماءِ والطِّین(۵) میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے، یہ بات با اعتبار حقیقت احمدیہ

---

(۱) دفتر سوم مکتوب:۱۰۰ (۲) دفتر سوم مکتوب:۹۶ (۳) دفتر سوم مکتوب:۹۴
(۴) دفتر سوم مکتوب:۹۴ (۵) یہ الفاظ معروف ہیں
مگر حدیث صحیح میں بَیْنَ الرُّوحِ والجَسَدِ (سنن الترمذی کتاب مناقب رقم الحدیث:۳۶۰۵)

کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو کلمۃ اللہ ہوئے ہیں اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، نے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت ''اسم احمد'' سے دی ہے اور فرمایا وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف:٦)''(١)

(ج) معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزاتِ عظمیٰ میں سے معراج کا واقعہ بھی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء اور سورہ نجم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ واقعہ معراج کے سال ماہ اور تاریخ کی تعیین میں بہت سے اقوال ہیں۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ ہجرت سے قبل ہوئی۔

واقعہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے۔ انہی میں شب معراج دیدار الٰہی کی بحث ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما رویت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس اور حسن بصری رضی اللہ عنہما رویت کے قائل ہیں۔ علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں۔ (٢)

واقعہ معراج میں رویت الٰہی اور عدم رویت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لن ترانی کا زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت

---

(١) دفتر اول مکتوب: ٢٠٩

(٢) فتح الباری، جلد ٨ص: ٩-٦٠٧

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رب العلمین کے محبوب اور تمام اولین وآخرین موجودات میں سے بہترین ہیں باوجود اس کے کہ معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش وکرسی سے گذر کر مکان وزمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشاروں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَارَأىٰ رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ.

(صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا)'' (۱) ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

روبرو گفتگو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم نظر بھی آئے اس لیے کہ ہوسکتا ہے سننے والے کی نظر کمزور ہو اور وہ متکلم کے نور کی چمک دمک برداشت کرنے سے قاصر ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: (۲) وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ (۳)

علماء کی آراء کو حضرت امام ربانی نے ذکر کیا لیکن آپ رویت کے قائلین میں سے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اس اعتراض کا کہ اس دنیا میں رویت ممکن نہیں، جواب دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی

---

(۱) دفتر اول مکتوب ۲۷۳

(۲) امام مسلم، صحیح مسلم، تحقیق ڈاکٹر موسیٰ شاہین موسسہ عزالدین ۱۹۸۷ جلد اول ص ۲۱۰ رقم ۱۷۸

(۳) دفتر دوم مکتوب: ۵۱

بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات چونکہ دائرہ مکان و زمان اور تنگی مکان سے باہر نکل گئے تھے اس لیے ازل وابد کو آن واحد میں معلوم کرلیا۔ بدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال بعد بہشت میں جائیں گے، بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے پانچ سو سال بعد بہشت میں جائیں گے، دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس توقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے اس کو رویت دنیوی کہنا تجوز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔"(۱) آپ کی اس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ معراج جسمانی تھی اور آپ کو رویت الٰہی کا شرف بھی عطا ہوا۔

معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس ضمن میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج جب حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے نزدیک سے گذرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔(۲) اور اسی لحظہ میں جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو وہاں پایا۔(۳)

واقعہ معراج قلیل وقت میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عروج کے مرتبے طے

---

(۱) دفتر اول مکتوب:۲۸۳

(۲) مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ صحیح مسلم جلد۴ص:۵۲۴رقم:۲۳۷۵رمسند ابویعلیٰ الموصلی جلد۶،ص:۱۷رقم ۳۳۲۵

(۳) دفتر دوم مکتوب:۱۶

کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں طے ہونی ممکن ہیں، جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔(۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے طفیل اولیائے کاملین بھی نعمت معراج سے نوازے جاتے ہیں۔ اس معراج کی حقیقت، انبیاء اور اولیاء کی معراج میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد رقمطراز ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جسد عنصری کے ساتھ عروج حاصل ہوا۔ آپ پر جنت اور دوزخ پیش کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی اور آپ حق تعالیٰ کی رویت بصری سے مشرف کیے گئے اس طرح کی معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے اور وہ اولیاء جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔

وَلِلْأَرْضِ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ نَصِيبٌ

اس بات میں آخری بات یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا وقوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ جو اولیاء کرام آپ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں۔ رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اس کے سایہ کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت ایک دوسرے کا عین نہیں۔(۲)

انبیاء اور اولیاء کی معراج میں فرق بیان کرتے ہوئے آپ مزید لکھتے ہیں:

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۱۰

(۲) دفتر مکتوب: ۱۳۵، ۲۱۸

لیکن اتنی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اور روح کو پیش آئے تھے اور جو مشاہدات ہوئے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے لیکن دوسرے لوگوں کو جو (بہر حال) طفیلی ہیں، اگر یہ حالت بطور تبعیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی ہے اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے۔(۱)

نماز مومن کی معراج ہے اس سلسلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو عالم آخرت سے مخصوص ہے حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پا لیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے پس معراج اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب کہ شب معراج دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے۔(۲)

حضرت مجدد نے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (۳) کے تحت بھی عارفانہ نکات ذکر کیئے۔(۴)

(د) ہجرت:

تاریخ اسلام کا انقلابی دور ہجرت مدینہ سے شروع ہوتا ہے۔ ہجرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بڑی نیکی ہے آپ کے سامنے یقیناً ہجرت مدینہ کے دوررس اثرات

---

(۱) مبدا و معاد ص:۱۸۹ (۲) دفتر اول، مکتوب:۲۶۱

(۳) النجم:۹ (۴) دفتر دوم مکتوب:۲۱، ۲/ دفتر سوم مکتوب:۱۱۱، ۱۲۲

ہیں کہ جس کی بنیاد پر آپ نے لکھا ''اصحاب کہف نے یہ اعلیٰ درجات صرف ایک ہی نیکی کے ذریعے حاصل کئے ہیں اور وہ نیکی یہ تھی کہ دشمنان دین کے غلبہ کے وقت نور ایمان و یقین کے ساتھ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے مقام سے ہجرت کر گئے تھے۔(۱)

ہجرت، حضرت مجدد کی فکر میں دو طرح کی ہے۔

ا۔ ہجرت ظاہری: (اس سے مراد ایک دارالکفر کو چھوڑ کر دارالامن میں آنا)۔(۲)

ب۔ ہجرت باطنی: مخلوق میں رہ کر مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اس تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت باطنی کا عمل مسلسل ہے اور یہ ہجرت ظاہری کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور اگر ظاہری ہجرت نہ بھی میسر آئے تو یہ (باطنی) ہر لحہ ہو سکتی ہے۔

ایک مکتوب (جو شیخ فرید کو لکھا گیا) کے الفاظ یہ ہیں:

ا۔ اگر ہجرت ظاہری میسر نہ شود ہجرت باطنی را بکمال مرعی میباید داشت باایشان بےایشان می باید بود''(۳)

آپ نے اس مقام پر حدیث ''عبادة فی الھرج کھجرة الی'' بھی نقل فرمائی ہے۔

(ھ) دیگر واقعات کی طرف اشارہ:

مکتوبات اور آپ کے دیگر رسائل میں سیرت النبی کے حوالہ سے مختلف مقامات و واقعات کا اجمالی تذکرہ ملتا ہے جس میں بدر،(۴) احد، احزاب (۵) واقعہ بیعت رضوان (۶) مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ (۷) کا ذکر ملتا ہے۔ نبی کریم سے نسبت و تعلق رکھنے والے اصحاب، اہل بیت، اور ازواج مطہرات کی عظمت و شوکت کے تذکرے بہت سے مکاتیب میں ہیں۔

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۴۴، ۶۵

(۲) یہ الفاظ حضرت مجدد کے نہیں اصطلاح حضرت مجدد کی ہے۔

(۳) دفتر اول مکتوب: ۴۴

(۴) دفتر دوم مکتوب ۹۹

(۵) رسالہ تہلیلہ ص: ۱۵

(۶) دفتر سوم مکتوب: ۲۴

(۷) دفتر اول مکتوب: ۳۱۲

(۳) خصائص وکمالات نبوتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور خصائص کا تذکرہ امت کو نئی قوت و توانائی فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ آپ کے فضائل سن کر امتیوں میں اپنی نسبت کی عظمت کا احساس وشعور پیدا ہوتا ہے اس لیے صحابہ آپ کے فضائل سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے ہمارے اسلاف نے کتابوں کی صورت میں آپ کے کمالات وعظمت کو محفوظ کیا۔ آپ کی عظمتوں کا سب سے بڑا گواہ قرآن کریم ہے اور احادیث آپ کے خصائص کا مظہر ہیں علماء وصوفیہ نے انہی مآخذ کی روشنی میں آپ کے کمالات تحریر کئے۔ حضرت امام ربانی نے بھی اسلاف کے اس اسلوب کو اپنی تحریروں میں اپنایا۔ آپ نے آیات واحادیث سے عظمت نبوی کے مختلف پہلو بیان کئے اس حوالہ سے آپ نے اپنی معلومات اور کشف کی بنیاد پر بعض نادر نکات بھی بیان کئے۔ آپ کا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ اس دنیا میں تو آپ کی حقیقی عظمت وشان کو جاننا ممکن ہی نہیں کیونکہ حق اور باطل ملا ہوا ہے ”روز قیامت بزرگی ایشان معلوم خواہد گشت کہ امام پیغمبران باشند وصاحب شفاعت ایشان وآدم ومن دونہ ہمہ تحت لواء ایشان بوند علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا“(۱)

یعنی قیامت کے دن آپ کی بزرگی معلوم ہو جائے گی جبکہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے حضرت آدم اور تمام انبیاء ومرسلین آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے (۲) اپنے بیٹے خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ کو ایک مکتوب میں مقام نبوت کی رفعت وعظمت سے اس طرح آگاہ کر رہے ہیں۔

”حضرت پیغمبر ما علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام را بأبوت

---

(۱) دفتر دوم مکتوب: ۷ (۲) سنن الترمذی

یادمیکردند وسائر انبیاء رابأخوت علی اجمعهم الصلوات التسلیمات واگر سائر انبیارا بہ بنوت یادمی فرمودندھم گنجائش داشت (۱) آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے درج ذیل احادیث مکتوبات اور رسائل (۲) میں متعدد جگہ نقل کی ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار (۳) ہیں اور قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع وفرمانبردار تمام انبیاء کرام کے تابع وفرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔ (۴)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اوّلین وآخرین سے زیادہ بزرگ ومعزز ہیں (۵)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے اول شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (۶) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے جنت کا دراوازہ کھٹکھٹائیں گے (۷) پس اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جنت کا دروازہ کھول دے گا۔ (۸)

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب: ۸۸

(۲) معارف لدنیہ ص: ۷۶ معرفت نمبر ۴۱ / رسالہ تہلیلیہ ص: ۱۲ / دفتر اول مکتوب ۴۴

(۳) ابوداؤد ۴۶۷۳ کتاب السنۃ

(۴) بخاری کتاب فضائل القرآن: ۴۹۸۱

(۵) ترمذی کتاب المناقب: ۳۶۱۶

(۶) مسلم کتاب الفضائل: ۲۲۷۸

(۷) مسلم کتاب الایمان: ۱۹۶

(۸) ترمذی کتاب المناقب: ۳۶۱۶

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قیامت کے روز لوائے حمد (اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کا جھنڈا) اُٹھانے والے ہیں۔ حضرت آدم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔(۱)

اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس نے فرمایا فَـنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے درمیان ظہورِ وجود کے اعتبار سے'' ہم آخرون ہیں (یعنی انبیاء میں سب سے آخر میں آئے) اور قیامت کے دن ''قبروں سے اٹھائے جانے والوں میں'' ہم سابقون ہیں۔(۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں یہ بات کسی فخر کے بغیر کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور بلا فخر کہتا ہوں کہ میں تمام انبیاء و مرسلین کا قائد و پیشرو ہوں اور تمام نبیوں کا خاتم (آخری نبی) ہوں (۳) اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو سب سے بہتر مخلوق (انسان) میں پیدا فرمایا۔ پھر ان کو دو گروہ (عرب و عجم) بنایا اور مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں بنایا۔ پھر ان کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ پس میں ذات اور گھر کے لحاظ سے سب مخلوق سے بہتر ہوں۔(۴)

اور جب قیامت کے روز لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں (قبر سے) باہر نکلوں گا۔ اور جب تمام بنی آدم حق تعالیٰ کے سامنے گروہ در گروہ پیش ہوں گے تو میں ان سب کا قائد و رہنما ہوں گا۔ اور جب وہ سب خاموش ہوں گے تو میں

---

(۱) ترمذی کتاب المناقب:۶۔۳۶۱۵ (۲) سنن الدارمی المقدمہ:۵۴

(۳) سنن الدارمی المقدمہ :۵۴ (۴) ترمذی کتاب المناقب :۳۶۰۸

ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ (جنت میں داخل ہونے سے میدان حشر میں) روک دیئے جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا اور جب وہ (دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف سے) نا اُمید ہو جائیں گے تو میں ان کو شفاعت کی) بشارت دینے والا ہوں گا۔ اس دن کرامت (رحمت و بزرگی) اور جنت (کے دروازوں) کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لوائے حمد بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام اولاد آدم میں سب سے بزرگ ہوں گا۔ ہزار ایسے خادم (حور و غلمان) میرے گرد طواف کریں گے جو پروئے ہوئے خوشنما آبدار سفید موتیوں کی طرح ہوں گے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات پر فخر نہیں۔(۱)

اور آپ اس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے پتلے کے لیے خمیر تیار ہو رہا تھا۔

(ا) ختم نبوت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیازات میں سے عقیدہ ختم نبوت خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ نبوت کے قصر رفیع کی آخری اینٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ صالحین امت کی توضیحات و تشریحات، اجماع امت اس عقیدہ کے قطعی اور بنیادی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عہد مجدد میں چونکہ اس فکر کو بھی عام کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ نبوتِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدت اب ختم ہوگئی ہے جس کے نتیجہ میں اکبر کو "وسیع تر دینی اختیارات" سونپ دیئے گئے تھے۔

(۱) ترمذی کتاب المناقب: ۳۶۱۰

اس لیے حضرت امام ربانی نے اپنی تحریروں میں اسلام کے اس اہم بنیادی عقیدہ پر بڑی صراحت سے روشنی ڈالی ہے۔ چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

(۱) تحقیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن آپ کے تابع وفرمانبردار تمام انبیائے کرام کے تابع وفرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔(۱)

(۲) باید دانست کہ منصب نبوت ختم برخاتم الرسل شدہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات(۲)

وحال آنکہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بایں کلیمی وقرب اگر زندہ می بود غیر از متابعت ایں شریعت امر دیگر نمی کرد

گویا اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائیں تو آپ کی متابعت ہی کریں گے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں(۳)

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ غلط فہمی ڈالی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی اور آپ کا قرب قیامت یہ نزول ختم نبوت کے منافی ہے اس غلط فہمی کو حضرت امام ربانی نے ان الفاظ میں دور کیا'' اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت نسخ اور تبدیلی سے محفوظ ہے اس لیے آپ کی امت کے علماء کو انبیاء کا حکم دے کر آپ کی شریعت کی تقویت کے کام کو اور ملت کی تائید کو ان کے سپرد فرما دیا اسی طرح ایک اولوالعزم پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو

---

(۱) دفتر اول مکتوب:۴۴ (۲) دفتر اول مکتوب:۲۶۰

(۳) معارف لدنیہ معرفت ۴۱ص:۷۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا متبع بنا کر آپ کی شریعت کی ترویج بخشی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (بے شک ہم نے قرآن (ذکر) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) (۱)

آپ نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کریں گے آپ کے کسی حکم کو منسوخ نہیں فرمائیں گے اور آپ کے امتی ہو کر رہیں گے۔ (۲)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاتیب میں اس بات کی پوری وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے کمالات نبوت اس امت میں ضرور جاری رکھے۔ ''کمالات نبوت'' اور ''اجرائے نبوت'' میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ آپ حدیث نبوی لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جو لوازم وکمالات نبوت میں درکار ہیں وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر ہیں لیکن چونکہ نبوت کا منصب خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے اس لیے وہ منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے (۳) ان کمالات کا حصول اتباع نبی کی برکت سے ہوتا ہے اور یہ ختم نبوت کے منافی نہیں (۴) ان کمالات کی مثال دیتے ہوئے آپ نے ''مہربانی است وشفقت برخلق'' (۵) بھی لکھا ہے گویا افراد امت میں موجود تمام انواع کی حسنات دراصل کمالات نبوت کی مختلف شاخیں ہیں۔ مبشرات، الہام وغیرہ بھی انہی کمالات کی بدولت ہیں مگر ان کمالات کا حامل

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۰۹

(۲) دفتر اول مکتوب: ۳۰۱ ر دفتر دوم مکتوب: ۵۵ (دفتر سوم مکتوب: ۱۷)

(۳) دفتر اول مکتوب: ۲۴ (۴) دفتر اول مکتوب: ۳۰۱

(۵) دفتر اول مکتوب: ۲۴

نبی نہیں ہوگا۔ حضرت مجدد نے بالصراحت اس چیز کو بیان کیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ بطفیل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا ہوتے ہیں۔

(ب) شریعت محمدیہ تمام شریعتوں کی ناسخ:

عقیدہ ختم نبوت کے لازمی تقاضا کے تحت اللہ تعالیٰ نے شریعت مصطفوی کو تمام شریعتوں کی ناسخ قرار دیا ہے۔ یہ دراصل عظمت وشوکت نبوی کا ایک پہلو ہے۔ اس پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی اس امت کو ''ناسخ الملل'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وخاتم انبیاء محمد رسول اللہ است صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلی الہ وعلیہم اجمعین و دین اوناسخ ادیان سابق ست و کتاب او بہترین کتب ماتقدم ست و شریعتِ اُو را ناسخی نخواہد بود بلکہ تا قیام قیامت خواہد ماند(۱)

(حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلی الہ وعلیہم اجمعین خاتم انبیاء ہیں اور آپ کا دین تمام سابقہ ادیان کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب تمام کتابوں سے بہترین ہے اور آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہیں بلکہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کی بنیادیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں یہ ہیں

(۱) ایمان بالرسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) اطاعت واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) دفتر دوم مکتوب: ۶۷

(۱) ایمان بالرسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل خیر الامم (۱) بنایا۔ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے بغیر پچھلے انبیائے کرام پر حقیقتاً ایمان نہیں ہوتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایمان باللہ بھی وہی معتبر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میسر آتا ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ (۲)

آپ رحمہ اللہ علیہ نے درج ذیل جملے کہے جن کو بعض حضرات نے سکریہ کلمات سے بھی کہا مگر موضوع زیر بحث کو سمجھنے میں معاون ہیں:

محبت آں سرور بر نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست می دارم کہ رب محمد است۔ آں ہر ور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس درجہ غالب ہوگئی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو بھی میں اس واسطہ سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (۳)

حضرت امام ربانی معرفت اور ایمان میں فرق کو ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں:
صرف معرفت اور تصور تو اہل کتاب کو بھی حاصل تھا مگر ان کا ایمان متحقق نہ ہوا۔ امام ربانی ایمان کے لئے ''گرویدن'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صورت ایمان سے اللہ کی مہربانی سے نجات تو ہو جائے گی مگر حقیقت ایمان یہ ہے کہ ''گرویدن اوست بعد از شناسائی و مطمئنہ گشتن او بعد از امارہ گی کہ طبعی او بودہ'' یعنی ایمان کی حقیقت آپ کے نزدیک اذعان نفس ہے۔ دیگر تفصیلات مکتوب مذکور میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۴)

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۴۸

(۲) صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم الحدیث: ۷۲۸۱

(۳) مبدا و معاد ص: ۶۳ منہا: ۳۷ (۴) دفتر سوم مکتوب: ۹۱

قصہ مختصر کہ آپ کی فکر میں ایمان بالرسالت صرف عرفان سے نہیں حقیقت ایمان کے درجہ سے حاصل ہوتا ہے اس تصدیق قلبی میں ''گرویدن'' بھی شامل ہے۔

(۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

محبت ایسا جوہر نہیں کہ ناپ اور تول کر اس کی مقدار بتائی جا سکے یہ تو وہ کیفیت اور حالت ہے کہ آثار سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ محبت کی شدت کتنی ہے۔ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آثار محبت میں سے قوی ترین اثر اطاعت و اتباع ہے۔ اس پر علیحدہ بحث آئے گی۔ دیگر آثار و علامات میں تبرّیٰ اور تولّٰی ہے۔ یعنی آپ لکھتے ہیں ''وعلامت کمال محبت کمال بغض است باعداء او صلی اللہ علیہ وسلم و اظہار عداوت با مخالفان شریعت او علیہ الصلوۃ والسلام در محبت مداہنت گنجائش ندارد محب دیوانہ محبوب ست و تاب مخالفت ندارد و با مخالفان محبوب وجہ آشتی نمی نماید و محبت متباینین جمع نشوند جمع ضدین رامحال گفتہ اند محبت یکے مستلزم عداوت دیگر ست'' (۱)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال درجہ محبت کی علامت آپ کے دشمنوں سے کمال درجہ بغض رکھنا اور آپ کی شریعت کے مخالفین کے ساتھ عداوت کا اظہار کرنا ہے۔ محبت میں مداہنت کی کوئی گنجائش نہیں، محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور وہ مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفین سے کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کرتا۔ دو متضاد محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں) دور حاضر میں آپ کا یہ ارشاد حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک میزان کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام ربانی صحابہ اور اہل بیت کی محبت کو بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات قرار دیتے ہیں صحابہ کے بارے میں شیخ شبلی کا یہ قول لکھا ہے: مَا آمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۱۶۵

مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ أَصْحَابَهُ (جس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نہ کی اس کا رسول اللہ پر بھی ایمان نہیں) ایک دوسرے مکتوب میں اصحاب رسول کے بارے میں لکھتے ہیں "ان کا ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہ کرام کے بعد کسی کو ایمان کا یہ مرتبہ نصیب نہیں ہوا" (۱)

اہل بیت کی محبت کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں:

"چگونہ عدم محبت اہل بیت در حق اہل سنت گمان بردہ شود کہ آن محبت نزد این بزرگواران جزو ایمان است وسلامتی خاتمہ را بر سوخ آن محبت مربوط ساختہ اند والد بزرگوار این فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری وبعلم باطنی در اکثر اوقات ترغیب بمحبت اہل بیت میفرمودند ومی فرمودند کہ این محبت را در سلامتی خاتمہ مدخلیتی ست عظیم۔ نیک رعایت آن باید نمود در مرض موت ایشان این فقیر حاضر بود چون معاملہ ایشان بآخر رسید وشعور باین عالم کم ماند فقیر درآن وقت سخن ایشاں را بیاد ایشاں داد واز آن محبت استفسار نمود درآن بیخودی فرمودند غرق محبت اہل بیتم شکر خدا عزوجل درآن وقت بجا آوردہ شد" (۲)

(اہل سنت و جماعت کے حق میں اہل بیت کی محبت نہ ہونے کا گمان کس طرح کیا جا سکتا ہے جبکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی کو اسی محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ کیا ہے اس فقیر کے والد بزرگوار (مخدوم شیخ عبد الاحدؒ) جو علم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے لہٰذا اس کی بہت زیادہ رعایت رکھنی چاہیے ان کے مرض موت میں یہ فقیر حاضر تھا اور جب ان کا معاملہ آخر اختتام کو پہنچا اور اس جہان کا شعور بہت کم ہو گیا تو فقیر نے اس وقت ان کو یہ بات یاد دلائی اور محبت اہلبیت کے بارے میں استفسار کیا تو والد بزرگوار نے اسی بے خودی کے عالم میں فرمایا کہ میں اہل بیت

---

(۱) دفتر اول مکتوب:۵۹ (۲) دفتر دوم مکتوب:۳۶

کی محبت میں غرق ہوں اس وقت خدائے عزوجل کا شکر بجالایا گیا محبت اہل بیت سرمایہِ اہل سنت و جماعت ہے۔)

آپ کے ہاں ذکر محبوب کی کثرت بھی علامت محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکتوبات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام لکھااور پورے الفاظ میں لکھا۔ مکاتیب اور دیگر رسائل سے صاحبزادہ بدرالاسلام نے ان کو اکٹھا کیا۔(۱)

(۳)اطاعت واتباع:

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اطاعت واتباع نبوی پر بہت زور دیا تمام مدارج و مقامات سلوک طے کرنے کا معیار اتباع رسول ہے۔آپ کے ہر مکتوب میں اشارتاً یا صراحتاً اتباع نبوی کا ذکر ہے۔ایسے مکاتیب کی تعداد کم نہیں (۲) جن میں صرف اطاعت واتباع کو ہی بنیادی موضوع بنایا ہے۔آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث معنوی سے حصہ پانے کا طریقہ اتباع نبوی ہی بتاتے ہیں (۳) محبت رسول کا معیار اطاعت کو قرار دیتے ہوئے یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے:

اِنَّ الْمُحِبُّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ

(محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔)

---

(۱) یہ کتاب جہلم سے "بشائر الحسنات فی الصلوٰۃ والسلام علی سید الکائنات" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) درج ذیل مکاتیب ملاحظہ فرمائیں...... دفتر اول مکتوب ۲۵، ۳۷، ۴۱، ۴۴، ۵۱، ۷۵، ۱۱۴، ۱۵۲، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۸۴، ۱۹۱، ۲۰۵، ۲۲۱/ دفتر دوم مکتوب ۱۹/ دفتر سوم مکتوب :۹

(۳) دفتر اول مکتوب: ۱۶۵

جہاں اطاعت اور اتباع (۱) دونوں کے بارے میں اظہار خیال فرمایا۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ فرید کو لکھے گئے خط میں اطاعت کی اہمیت اور اس حوالہ سے بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے آپ نے لکھا:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۲) (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی)...... حق سبحانہ وتعالیٰ نے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے لہٰذا حق تعالیٰ عزوجل کی وہ اطاعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت (واتباع) کی شکل میں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں، اور اس حقیقت کی تاکید وتحقیق کے لیے کلمہ قد تاکید یہ لایا گیا ہے تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق پیدا نہ کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے...... چنانچہ دوسری جگہ حق سبحانہ وتعالیٰ ایک جماعت کے حال میں جو ان دونوں اطاعت (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت) کے

---

(۱) امام ابوالحسن آمدی نے اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے الاتباعُ فِی الْفِعلِ هُو التَّأسِّی بِعَينِهٖ و التَّأسِّی اَنْ تفعلَ مِثلَ فِعلِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ مِنْ اَجْلِهٖ: کسی کے فعل کے اتباع کا یہ معنیٰ ہے کہ اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے اور امام آمدی اطاعت کے مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں وَمَن اَتٰی بِمِثْلِ فِعْلِ الْغَيْرِ عَلٰی قَصْدِ اِعظَامِهٖ فَهُوَ مُطِيْعٌ لَهٗ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی عزت واحترام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو وہ اس کا مطیع کہلاتا ہے۔ (ضیاء القرآن جلد اول ص: ۲۲۳)

(۲) نساء: ۸۰

درمیان فرق پیدا کرتی ہے بطور شکایت فرماتا ہے: يُرِيدُونَ اَنْ يُّفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيدُونَ اَنْ يَّتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًاo اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا (۱) (اور جولوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں وہ کہتے ہیں کہ بعض (آیات) پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس (حق و باطل) کے بین بین راہ اختیار کر لیں یقیناً ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔)

ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے سکر اور غلبہ حال کی وجہ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتی ہیں اور ایک کی محبت کو دوسرے کی محبت پر ترجیح دینے کی خبر دیتی ہیں...... جیسا کہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے دوران ''خرقان'' کے نزدیک ٹھہرا ہوا تھا، وہاں سے اس نے اپنے وکیل کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیجا اور خواہش ظاہر کی کہ حضرت شیخ اس (سلطان) کی ملاقات کو آئیں اور اپنے وکیل سے کہہ دیا کہ اگر شیخ سے اس معاملہ میں توقف محسوس ہو تو یہ آیت: اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۲) (اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور ان کی جو تم میں سے حکمران ہوں) ان کے سامنے پڑھیں۔ (چنانچہ) جب وکیل نے شیخ کی طرف سے توقف محسوس کیا تو آیت کریمہ ان کے سامنے پڑھی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ میں ''اطیعوا اللہ'' میں اس قدر گرفتار ہوں کہ ''اطیعوا الرسول'' کی اطاعت سے شرمندہ ہوں اور اطاعت اولی الامر کے متعلق کیا بیان کروں...... حضرت شیخ نے اطاعت حق سبحانہ وتعالیٰ کو اطاعت رسول کے علاوہ سمجھا، یہ بات (سکر کی بنا پر ہے اور استقامت سے بعید ہے، مستقیم

---

(۱) نساء: ۱۵۰، ۱۵۱ (۲) نساء: ۵۱

الاحوال مشائخ نے اس قسم کی باتوں سے پرہیز کیا ہے...... اور شریعت و طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں نہ ہو اسے عین ضلالت وگمراہی خیال کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ حکایت بھی منقول ہے کہ شیخ مہنہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ہاں مجلس منعقد تھی اور سادات خراساں کے ایک سید بزرگ بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً ایک مجذوب مغلوب الحال اس مجلس میں آیا اور حضرت شیخ نے سید بزرگ پر اس مجذوب کو (بطور تعظیم) فوقیت دی۔ سید صاحب کو یہ بات ناگوار گذری تو حضرت شیخ نے سید صاحب سے فرمایا کہ آپ کی تعظیم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہے اور اس مجذوب کی تعظیم حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے...... اس قسم کے اختلاف کو مستقیم الاحوال اکابر جائز نہیں رکھتے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے غلبہ کو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر غلبہ کو سکر حال پر محمول کرتے ہیں اور بیکار بات سمجھتے ہیں...... لیکن اتنا ضرور ہے کہ مقام کمال میں کہ جو مرتبہ ولایت سے ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے اور مقام تکمیل میں جو نبوت کے مقام کا ایک حصہ ہے، محبت رسول غالب ہو جاتی ہے...... اللہ تعالیٰ ہم کو اطاعت رسول پر ثابت قدم رکھے کیونکہ ان کی اطاعت ہی عین اطاعت حق ہے۔ (۱)

شیخ فرید کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

''لہٰذا آپ پر اوامر ونواہی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اتباع اور اطاعت لازم و واجب ہے اور کمال متابعت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی فرع ہے۔'' (۲)

---

(۱) دفتر اول مکتوب: ۱۵۲ (۲) دفتر اول مکتوب: ۱۶۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے حوالہ سے آپ کے تقسیم کردہ درجات سبعہ معروف ومشہور ہیں۔ آپ کے لخت جگر خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر دوم کے مکتوب ۵۴ کی عمدہ تلخیص کی ہے۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد متابعت صرف اعمال ہی میں نہیں چاہتے بلکہ اطمینان نفس سے پہلے ہی احکامات شرعیہ کی پابندی، اخلاق کی درستی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال و کیفیات بھی شامل ہیں۔ حضرت مجدد کے اس مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں نماز میں اتباع یہ ہوگی کہ نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی حقیقت و کیفیت سے اپنے آپ کو آشنا کرانے کی کوشش کرے اور اس کو امام ربانی حقیقت اتباع سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے اگلی منزلیں بھی ہیں جن کا حضرت امام ربانی نے ذکر فرمایا۔ خواجہ سعید کا مکتوب ملاحظہ فرمائیے جو حضرت امام ربانی کے مکتوب (۱) کا خلاصہ ہے۔

درجہ اول:

عوام اہل اسلام کا ہے یہ تصدیق قلبی کے بعد اطمینان نفس سے قبل جو درجہ ولایت سے مربوط ہے، احکام شرعیہ کی بجا آوری اور سنت سنیہ کی اتباع ہے علمائے ظواہر، عابد اور زاہد حضرات جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا سب اس درجہ میں مشترک ہیں۔ اس متابعت صوری کے حصول میں سب برابر ہیں۔ چونکہ نفس اس مقام میں کفر و انکار سے آزاد نہیں ہوتا تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے متابعت کی یہ صورت حقیقی متابعت کی مانند آخرت کی فلاح اور خلاصی کا موجب، عذاب نار سے نجات دلانے والی اور دخول جنت کی بشارت سنانے والی ہے۔ حق تعالیٰ نے کمال کرم سے انکار نفس کا اعتبار نہ کر کے صرف تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے۔

---

(۱) دفتر دوم مکتوب: ۵۴

درجہ دوم:

آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقوال و اعمال کی متابعت ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں جیسے اخلاق کی تہذیب، صفات رذیلہ کی مدافعت، باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا ہے۔ متابعت کا یہ درجہ مقامِ طریقت سے متعلق اور ان ارباب سلوک سے مخصوص ہے جو طریقہِ صوفیہ کو شیخ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور بیابانوں کو قطع کرتے ہیں۔

درجہِ سوم:

آپ سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال، اذواق اور مواجید کی متابعت ہے جو ولایت خاص کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ درجہ ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں۔

درجہِ چہارم:

متابعت کا یہ وہ درجہ ہے کہ پہلے درجے میں اس متابعت کی صورت تھی یہاں اس متابعت کی حقیقت ہے متابعت کا یہ درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد حقیقتِ متابعت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کو تمکین قلب کے بعد اگرچہ ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہو جاتا ہے لیکن نفس کو کمال درجہ اطمینان کمالاتِ نبوت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے یہ کمالات علمائے راسخین کو بطریق وراثت حاصل ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ میں عارف مقطعات قرآنیہ کے اسرار کے فہم اور کتاب وسنت کے متشابہات کی تاویل سے فائز المرام ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ کریں کہ یہ تاویل ید (ہاتھ) کی قدرت اور وجہ (چہرہ) کی تاویل ذات سے کرنے کی مانند

ہے کیونکہ یہ تاویل علم ظاہر سے پیدا ہوتی ہے ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اسرار خاصہ ہیں جو بالاصالت انبیائے کرام علیہم السلام کا حصہ ہیں اور وراثۃً صدیقین اور اولیاء کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اس دولت عظمیٰ تک پہنچنا دوسرے راستوں کی نسبت ولایت کی راہ سے زیادہ آسان اور اقرب ہے اور وہ سنت سنیہ کا التزام اور بدعت نامرضیہ کے اسم و رسم سے اجتناب ہے۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ سارا جہاں دریائے بدعت میں غرق اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات سے دور ہے۔

درجۂ پنجم:

آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰت والسلام کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حصول میں علم و عمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کمالات کا حصول محض فضلِ ربانی اور احسانِ رحمانی پر موقوف ہے۔ یہ درجہ اس قدر بلند ہے کہ سابقہ درجات کو اس درجہ سے ادنی نسبت بھی نہیں۔ یہ کمالات بالاصالت اولوالعزم انبیائے عظام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے طفیل بعض اولیائے کرام کو ان کمالات سے مشرف فرمادیتے ہیں۔

درجۂ ششم:

آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا اسی طرح اس درجہ ششم میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضّل واحسان سے فوق (اوپر) ہے۔ یہ درجہ اگرچہ بالاصالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبعیت میں اولیائے صدیقین میں سے اقل قلیل کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کے علاوہ متابعت کے یہ پانچ درجات مقامات عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اوران کا حصول بھی صعود (عروج) سے ہی مربوط ہے۔

درجہ ہفتم:

متابعت کا یہ درجہ ہبوط ونزول سے متعلق ہے اور یہ درجہ سابقہ درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی، نفس کا اطمینان بھی اور اجزائے قلب کا اعتدال بھی ہے جو طغیان وسرکشی سے باز آ گئے ہیں سابقہ درجات گویا اس درجہ متابعت کے اجزا تھے اور یہ درجہ ان اجزاء کے کل کی مانند ہے اس درجہ میں پہنچ کر تابع متبوع کے اس قدر مشابہ ہو جاتا ہے کہ دور سے دیکھنے والا خیال کرتا ہے کہ یہ دونوں (تابع و متبوع) متحد ہو گئے ہیں اوران دونوں کے درمیان امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ کامل متبع وہ شخص ہے جوان سات درجات سے آراستہ ہو۔"(۱)

مکتوب کے اختتام پر جگہ جگہ دعائیہ کلمات بھی ایسے تحریر کئے جہاں اتباع و اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت امام ربانی کی حیات انہی درجات کے رنگ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اطاعت و اتباع نبوی سے ہٹ کر کوئی کام نہ کیا جاتا تھا۔ صالح کولابی نے آپ کے معمولات مرتب کرنے کے لیے عرض کی تو فرمایا: "مقبول ومقتدا عمل حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک ہے" آپ نے بعدازاں ہدایت الطالبین نامی رسالہ مرتب کیا اس کو پڑھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ تمام معمولات احادیث سے ماخوذ ہیں۔ مبدا معاد میں آپ نے جو تحریر فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں کس قدر اہتمام تھا اتباع کا۔ یہ فقیر کبھی تو نماز وتر شروع رات میں ادا کر لیتا تھا اور کبھی آخری رات میں ادا کرتا تھا۔ (کارکنان قضا و

(۱) مکتوبات سعید، یہ مکتوب: ۸۵

قدر نے) ایک رات مجھے دکھایا کہ جب نمازی سو جاتا ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ آخری رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا تو اس کے نیک اعمال کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات نیکیاں اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ پس جس قدر بھی وتر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرے گا بہتر ہوگا لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو تو وتر کی تعجیل اور تاخیر میں بجز سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں اور یہ فقیر کسی فضیلت کو بھی پیروی کے برابر نہیں سمجھتا۔ حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرما لیا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں۔ یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا تشبہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی پر تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نصف دانہ جو کے عوض نہ خریدیں۔

ہم ماہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لیے بیٹھے۔ دوستوں کو جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کیونکہ ہمارا تبتل اور انقطاع (دنیا سے الگ تھلگ ہونا) کیا ہو سکتا ہے۔ ہمیں (حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار تبتل اور انقطاع قبول نہیں۔

آنرا کہ درسرائے نگاریست فارغ ست
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

جو ہر وقت (خیالوں میں اپنے محبوب کے) حسن و جمال میں (محو) رہتا ہے وہ باغ و بہار اور گل لالہ زار کے مناظر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درود اور سلام ہوں۔

☆☆☆

خلاصۂ بحث

حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نبوت کو احسان و رحمتِ الٰہی قرار دیتے ہیں۔ جس طرح زندگی کی باقی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طلب و دعاء کے بغیر عنایت فرمائیں اسی طرح یہ روحانی نعمت بھی محض فضل و احسانِ خداوندی ہے۔ اسی لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نعمت نبوت کا شکر ادا کرنا بھی لازم و ضروری سمجھتے ہیں۔ اُس دور میں بعض ایسے حالات پیش آئے جن کی وجہ اس موضوع پر لکھنا اور عامۃ الناس کو نبوت و حقیقتِ نبوت سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ جہانگیر سے ملاقاتوں میں جو موضوعات زیرِ بحث آئے ان میں بھی انبیاء کی بعثت، عقل کا عدم استقلال، اور حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی خاتمیت سرفہرست ہیں [دفتر سوم مکتوب ۴۳]۔ اس طرزِ فکر سے ایک دعوتی اسلوب بھی سامنے آتا ہے کہ وقت اور حالات جن موضوعات کا تقاضا کرتے ہوں، ہماری تصانیف اور تقریروں کے مرکزی عنوانات وہ ہونے چاہئیں۔

یونانی عقلیات پر حضرت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے کڑی تنقید کی ہے۔ یونانی فلسفہ کے بل بوتے پر پرورش پانے والے دانشور اور مذہبی سکالر ہی تو تھے، جنہوں نے اکبر کو گمراہی کے ساماں تیار کر کے دیئے۔ اور اکبر کو نبوت پر طعن کا موقعہ دیا۔ یہ دانشور اور روشن خیال اصحاب جس دور کے بھی ہوں، حضرت مجدد نے ان کے افکار سے بچنے کی تلقین کی اور اصحابِ تقوی کے لیے لازم گردانا کہ ایسے افکار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ آپ نے اسی لیے اس بات پر زور دیا کہ علوم و فنون میں ترقی آخرت میں نجات سے متعلق نہیں۔ آخرت کی نجات انبیاء کرام کی تعلیمات پر ایمان لانے سے ہے۔ ''علوم آلیہ'' کے مقام کو صحیح نہ پہنچاننے سے دسویں صدی میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، آج بھی ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی

ہوں گی۔ حضرت امامِ ربانی نے اس تناظر میں ''تشکیک'' پھیلانے والے علوم پر کڑی تنقید کر کے ہمارے اربابِ تعلیم کی رہنمائی فرمائی کہ معاشرتی اور سیاسی امن واستحکام ''تشکیک زدہ'' معاشرہ میں نہیں ہوسکتا، اس کے لئے ''ایمان ویقین'' کی دولت سے لبریز ماحول پیدا کرنا ہوگا جو مقامِ نبوت کو سمجھنے ہی سے ممکن ہے۔ جہانگیر کو مجالسِ خاص میں ان امور پر آپ نے جو وضاحتیں کیں ان کے مقاصد صرف دینی نہ تھے معاشرتی اور سیاسی بھی تھے۔ آپ کے مکاتیب سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے ''تشکیک'' پیدا کرنے والی کتب کا مطالعہ ضرر سے خالی نہیں ہوتا، اس لیے نصاب تعلیم میں ایسی کتب کا انتخاب کیا جائے جو یقین کی نعمت سے مالا مال کر دیں۔ مختصراً فکرِ امامِ ربانی کی روشنی میں انبیاء کی تعلیمات سے متصادم کوئی نظریہ اور فکر، کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں۔

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ پس کل آں
ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثرست

[مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶]

نبوت کے حوالہ سے معجزہ اور اس کی حقیقت پر بھی آپ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ مگر اس حقیقت کو بھی بیان کیا کہ ''کوئی مومن معجزہ طلب نہیں کرتا اس کی طلب کرنے والے کافر اور منکر لوگ ہوتے ہیں'' (دفتر اول، مکتوب: ۲۹۲) عارف رومی کے یہ اشعار بھی لکھے۔

معجزات از بہر قہر دشمنست
بوی جنسیت پئے دل بردنست
موجب ایمان نباشد معجزات
بوی جنسیت کند جذب صفات

[مثنوی دفتر: ۶، بیت: ۱۱۷۶]

(معجزات تو دشمن کو لاجواب کر دینے کے لیے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ دل کے پیچھے چلا جائے۔ معجزات ایمان لانے کا سبب نہیں ہوتے، کیونکہ فطرت ہی (اگر سالم ہو) ایمان جیسی صفات کو قبول کرتی ہے۔)

نبوت کے حوالہ سے ''اصولوں میں انبیاء کے اتفاق'' جیسے اہم نکتہ کی تفاصیل بھی مکتوبات میں آپ نے بیان فرمائیں۔ انبیائے کرام علیہم الصلوات والسلام زماں و مکاں کے فرق کے باوجود ایک ہی نکتہ کی تشریح کرتے ہیں تو یقیناً ان کو بھیجنے والا ایک ہے اور بھیجنے کا مقصد بھی واضح ہے۔ فروع میں اختلاف زماں و مکاں کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ آپ نے ہندوستان کی سرزمین میں انبیاء کی بعثت کو تاریخی و کشفی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

مکتوبات کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک اہم نکتہ کبھی قاری کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتا ہے کہ آپ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر انتہائی محبت و عقیدت اور احترام و عزت سے کرتے ہیں۔ انبیاء کی تعداد کو اہل علم کے اسلوب پر انتہائی محتاط الفاظ میں بیان کیا ہے کیونکہ اس سلسلہ کی روایات قطعی اور یقینی نہیں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس مقامِ نبوت کا نکتہ کمال و عروج ہے۔ آپ کا ذکر کرنا ایسے ہی ہے جیسے سب انبیاء کا ذکر خیر کرنا ہے۔ عارف رومی کے بقول:

نامِ احمد نام جملہ انبیاء ست
زاں کہ صد آمد نود ھم پیش ما

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سیدنا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیائے کرام کا نام ہے، کیونکہ جب سو کہہ دیا تو اس میں نوے شامل ہیں)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجات اخروی کا وسیلہ جانتے ہیں۔ وہ اس بات کا واضح اعتراف کرتے ہیں کہ مداحِ مصطفیٰ دراصل مادح کی بقا کا سبب ہے، اسی لیے وہ اس شعر کو نقل کرتے ہیں۔

مَا اِنْ مدحتُ محمداً ﷺ بمقالتی

لکن مَدَحتُ مَقالتی بمحمدٍ ﷺ

[دفتر اول، مکتوب: ۴۴]

(میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا نہیں کرتا بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں)

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ محبتِ رسول میں فنا کے مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ سے بڑھ کسی اور حقیقت کے اعتراف کا تصور کرتے ہوئے بھی نظر نہیں آتے۔ اپنے آپ کو ناموسِ رسالت کا سپاہی سمجھتے ہیں اور اسی کی خاطر ہر مصیبت کو عبادت سمجھ کر قبول کیا۔ عقیدۂ ختمِ نبوت اور سابقہ شرائع کے ناسخ ہونے کا برملا اظہار کیا۔ سیرتِ نبوی اور کمالاتِ مصطفوی کا اظہار مختلف پیرایوں میں کیا۔

آپ کا نقطۂ نظر تو یہ ہے کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ رفیع کا اندازہ قیامت کے دن ہی ہوگا جب آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر انتہائی عقیدت واحترام سے کرتے ہیں ہر جگہ صلوٰۃ وسلام لکھنے کا التزام آپ کے ہاں ملتا ہے۔

صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور مسلم مفکرین کی تشریحات پر اپنی اس فکر کی بنیاد رکھی۔ اتباع کے ''مقاماتِ سبعہ'' آپ کے مکتوبات کے علاوہ دوسری جگہ نظر نہیں آتے۔ ادبی ذوق کے حامل ''ادیب سرہندی'' نے اپنے مؤقف کی وضاحت کے لیے مختلف شعراء کے شعر بھی نقل کیے دو کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا

تواں رفت جز درپی مصطفیٰ

[دیوان سعدی، ص:۴۸، دفتر اول مکتوب:۷۸]

(اے سعدی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے رستے پر چلنا محال اور ناممکن ہے)

محمد عربی کا بروی ہر دوسراست

کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو

(محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں، جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں آبرو ہیں۔ جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور الفت کے تمام مظاہر شیخ سرہندی کی حیات اور تالیفات میں بدرجہ کمال نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی عزت و ناموس کی بات ہو تو ''رگ فاروقی'' حرکت میں آجاتی ہے۔

شیخ شبلی کا یہ قول آپ نے نقل کیا مَاآمَنَ بِرَسولِ اللهِ مَنْ لَم یُوَقِّرِ اصحابَهُ (جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نہ کی اس کا رسول اللہ پر بھی ایمان نہیں) [دفتر سوم، مکتوب:۲۴]

اسی طرح اہل بیت کی محبت کو آپ زندگی و موت کے حوالہ سے خاص اہمیت دیتے ہیں۔ آپ امام شافعی کے ہم نوا ہو کر کہتے ہیں۔

لو کان رفضا حب ال محمد

فلیشهد الثقلان انی رافض

[دفتر دوم، مکتوب:۳۶]

(اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں)

مکتوبات میں ذکرِ مصطفیٰ کے حوالہ سے بعض ایسے حقائق و معارف بھی ہیں جن تک رسائی تو صرف کاملین کی ہو سکتی ہے۔

الغرض فکر امام ربانی کا مطالعہ آج کے "تشکیک زدہ" ذھن کو ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں "پرامن فکری انقلاب" کی راہ دکھاتا ہے۔ آج قوم "فکری ارتداد" میں مبتلا ہے۔ مگر "امام ربانی" کہاں سے تلاش کریں۔

فکر موجود ہے وجود نہیں۔ حضرت اقبال جن پر امام ربانی کی فکر کا گہرا اثر ہے۔ ان کی زبان میں عظمت نبوی کا مفہوم، امام ربانی کی فکر کے حوالہ سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

تو فرمودی رہِ بطحا گر فتیم
وگرنہ جز تو، مارا منزلے نیست

[ارمغانِ حجاز]

مآخذ ومراجع

☆ آزاد، محمد حسین......دربارِ اکبری
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

☆ ابن العربی، محمد بن عبداللہ......احکامُ القرآن
داراحیاء الکتب العربیہ، 1985

☆ البخاری، محمد بن اسماعیل......الجامع الصحیح......تحقیق ابو صہیب الکرمی
بیت الافکار الدولیہ للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

☆ بدایونی، ملا عبدالقادر......منتخب التواریخ
کلکتہ، ۱۸۶۸ء

☆ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء......معالم التنزیل
ادارہ تالیفات الشرفیہ، ملتان

☆ الترمذی، محمد بن عیسیٰ......جامع الترمذی
بیت الافکار الدولیۃ، الریاض

☆ الرازی، فخر الدین محمد بن عمر......المطالب العالیۃ من العلم الٰہی، تحقیق محمد
عبدالسلام شاہین، دار الکتب الغلمیۃ بیروت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
الرازی فخر الدین محمد بن عمر......مفاتیح الغیب

☆ حسن المصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن
تہران، ۱۳۶۵
مطبعۃ البہیہ المصریۃ، ۱۳۵۷ھ

☆ راغب اصفہانی......مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن
مکتبہ مرتضویہ، تہران

☆ زید فاروقی، ابوالحسن/سید اخلاق حسین......ہندوستانی قدیم مذاہب
اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں کا مکتوب
حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی

☆ شاہنواز خان، صمصام الدولہ......ماثر الامراء......مترجم محمد ایوب قادری
اردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۰۴ء

☆ ضیاء الدین اصلاحی......ہندوستان عربوں کی نظر میں
دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۱ء

☆ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر......فتح الباری
دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

☆ عینی، بدرالدین محمود بن احمد......عمدۃ القاری
دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۱ء

☆ غلام سرور، صوفی......نذر مجدد
شیر ربانی پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

☆ مبارک علی، ڈاکٹر......اکبر اور مغل ریاست در سہ ماہی ''تاریخ''
فکشن ہاؤس لاہور ۲۰۰۰ء

☆ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی......اثبات النبوۃ
ادارہ مجددیہ کراچی

☆ اثبات النبوۃ......مترجم ظہور احمد جلالی

شیر ربانی پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

☆ رسالہ تہلیلیہ

ادارہ مجددیہ کراچی

☆ مبدأ و معاد

ادارہ مجددیہ کراچی ۱۳۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

☆ مکتوبات امام ربانی

مکتبہ احمدیہ مجددیہ، کوئٹہ

☆ مکتوبات امام ربانی...... مترجم سید زوار حسین شاہ

ادارہ مجددیہ کراچی

☆ مجددی، محمد اقبال...... مقامات معصومی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴

☆ محمد اسلم...... دین الٰہی اور اس کا پس منظر

ندوۃ المصنفین، لاہور، ۱۹۷۰

☆ محدث دہلوی...... شیخ عبد الحق

مدارج النبوت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء

☆ محمد سعید، شیخ...... مکتوبات سعیدیہ...... مرتب: حکیم عبد المجید احمد سیفی مجددی

مکتبہ حکیم سیفی، لاہور

☆ محمد سعید احمد مجددی...... البینات شرح مکتوبات

تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ، ۲۰۰۳ء

☆ محمد کرم شاہ، پیر...... ضیاء القرآن

ضیاء القران پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۵ء

☆ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر (مرتب)...... باقیاتِ جہانِ امامِ ربانی

امام ربانی فاونڈیشن کراچی، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

☆ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر (مرتبہ)...... جہانِ امامِ ربانی

امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء

☆ مسلم، ابوالحسین...... صحیح مسلم...... تحقیق ابوصہیب الکرمی

بیت الافکار الدولیہ للنشر والتوزیع، الریاض ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

☆ محمد معصوم، خواجہ...... مکتوبات کراچی

☆ نظامی، خلیق احمد...... حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۳ء

☆ نعمانی، محمد منظور...... تذکرہ مجدد الف ثانی

دارالاشاعت، کراچی

☆ Nizami, Khaliq Ahmad, & Akbar and Religion,

Delli,1989

source of light for today's dark and skeptic minds. The study of his thought could bring "peaceful revolution" in ourselves we need to follow his teachings to protect our souls. As Iqbal says:

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

You (ﷺ) said and we travel to Makkah otherwise there is no salvation without you (ﷺ)

O'Saadi it is impossible to get salvation without following the Prophet .

محمد عربی کا بروی هر دوسر است
کسیکه خاك درش نیست خاك برسراو

Muhammad (ﷺ) is the soul of Heavens and the earth. He who does not revere him is without any honour.

The Shaykh not only loved Prophet (ﷺ) but also loved true followers of the Prophet (ﷺ) i.e. the Sihaba (R.A.) He relates a statement of Shaikh Shibli.

(Who have no respect for Sihaba he has no belief in God and Prophet

So in his love for Ahl-al-Bait (R.A.) he relates the verse of Imam Shafai (R.A.).

لو کان رفضا حب ال محمد
فليشهد الثقلان انی رافض

(If the extreme love for Ahl-al-Bait is Rafz then all Jinn and human should testify that I am Rafazi)

There are many profound discussions about life teachings and dignity of Holy Prophet in his letters.

The teachings of Imam-e-Rabbani are the

prophets in the sub-continent with historical arguments.

He preaches respect for all the Prophets and was very careful when saying anything about them. According to him the personality of Prophet is at the highest position in the prophethood. He had the qualities of all prophets in one person.

The Mujjadid (R.A.) considered Prophet the way of salvation in hereafter. He believed that praising Prophet is the way to immortality. He relates the following verse in his letters.

ما ان مدحت محمد ﷺ بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد ﷺ

(I do not praise Muhammad(ﷺ) but glorify my poetry with his name.)

He loved Prophet very much and considered himself a soldier defending Islam.

From time to time he solidified his claim of love for Prophet with help of poetry like these two verses from his letters.

محال است سعدی که راه صفا

توان رفت جز درپی مصطفی

they belong to. He taught that the excellence in art and profession of this world does not necessarily guarantee salvation in the other world. The salvation lies in following the teachings of Prophets.

In this regard the Imam severely criticized the knowledge which supports "Skepticism'' and guides us that a politically stable and peaceful society cannot be ''Skeptic" so a society full of "Strong Faith" must be established. In the sittings with Jahangir he explained not only the religious but also the political matters. His teachings show that the "Skeptic Knowledge" is harmful that is why in compilation of syllabus and study-curriculum the material that is helpful in strengthening the faith must be included. In simple words the theories or thoughts, which contradicts the teachings of prophets, are not acceptable at any cost.

He also explained important concepts like "similar principality of Prophets" i.e, there is a difference of time and space between all prophets but their aim was the same and the entity that sent them was the same. He also proved the existence of

religion of Ahmad'' for Muslim by Abulfadl shows that the servants of Akbar seldom cared about the high esteem of the Holy Prophethood. They considered their thought more important and higher in quality than the Deen of the Holy Prophet .-

Shaykh Ahmad Sirhindi called Prophet- hood 'the blessing and mercy of Allah Almighty'. As all the fruits of life are granted without asking for them, so is this spiritual gift purely a blessing and favour of Almighty God. This is why the gratitude for this great blessing was also considered compulsory. In those times some circumstances compelled to write about and explain Prophet hood. In the meetings with Jahangir the topics discussed also included the purpose of Prophethood, vulnerability of rational thought and the finality of Prophet Muhammad(ﷺ) .

Shaykh Sirhindi severely criticized the Greek rationality because these were Greek- impressed scholars who cleared the way for Akbar to disbelief. These scholars, according to Shaykh, should be abstained from, no matter to which time and place

and completely."

The Shaykh himself writes about the book;

"In the chaos of this time some mystics have adopted the way of deflection and deviation, the mirrors of their abilities are darkening, narrow mindedness, deflection is appearing in understanding of high and prestigious place and esteem of Prophet Muhammad(ﷺ) . Additionally, the love and reverence for Prophet is diminishing. People are going astray from the straight path, so it became a duty to explain the faith and to perform this duty the holy ways, principles and qualities of the Prophet must be told. And by doing this, their ignorant should be told the truth and they should be awaken from the slumber. The people who are looking for reality should be guided and love for Prophet should be increased. To fulfill this purpose the book Madarij-un-Nubuwwah is written, in which the life and beauty of Prophet's teachings from start to end, is told."

If there was no other evidence the use of words "lovers of the way of Ahmad" and "followers of

was not a Muslim. He not only rejected the revelation of Muhammad, but hated the very name of the Prophet."

Smith concludes that Akbar had completely rejected Islam. In this regard he seems to support the statements of Badyuni. In the present time this policy is called "Universal Tolerance" under which he wanted to equalize every true and false religion. If we study the books written during Akbar's period, we see that the target was to create confusions about the Prophethood, because he wished to promote his "multi-religious" civilization, which was completely unacceptable to God-fearing Muslim scholars.

Shaykh Abdul Haq wrote the book "Madarij-un-Nubuwah" in the same period. Khalique Ahmad Nizami writes about incentives behind this work: -

"The motivation of Madarij-un-Nubuwah was the dire situation of that period. In Akbar's time the deviation from Sunnah was at its peak. The relation with prophet was breaking, in this situation it was necessary to present the Holy life of Prophet fully

god.)

This behavior of the king also affected the courtiers. Badayuni writes, "Some wicked Hindu and Muslim scholars openly criticized the Prophethood."

Wicked scholars like these stopped writing "Khutba" in their books because there were prayers of blessings upon Prophet in those Khutbas.

According to Badayuni: -

It is worth mentioning here that this was not only "Fundamentalism" and "Muslimism" of Badayuni even the non-Muslim scholars agreed with his point of view.

Smith Writes: -

"But in his heart he had rejected Islam Prophet, Quran, Traditions and all. As early as the beginning of 1580, the father, when on their way to the capital, were told that the use of name of Muhammad (PBUH) in the public prayers had been prohibited."

The author says:

"The Jesuit letters are full of emphatic expressions showing that both at the time of first mission (1580-3) and that of third mission (1595 to end of reign) Akbar

purpose of this was to create mistakes and to show the ambiguous problems. The king's believe upon the prophethood lessened and he assumed that the Prophethood was only for one millennium. To create similarity between the Prophet and the king they called him Ummi (the illiterate). He denied the journey of Prophet to the Heavens and the miracle of Shaqq-al-Qamar and supported his arguments irrationally. He was not at ease with the names "Muhammad", "Ahmed" and "Mustafa" that he called Yar Muhammad and Muhammad Khan only "Rahmat". He was told that the beard was harmful. Arabic was related to the Prophet of Arabia so he abstained from the use of Arabic words. He also declared himself a prophet but not clearly. According to Badayuni "It all caused the declaration of Prophethood but without using the word 'prophet'. Mulla Shery says the same theme:

بادشاه امسال دعوای نبوت کرده است

گر خدا خواهد پس از سالی خدا خواهد شدن

(The king has declared himself "prophet" this year, God Willing, in a year he would call himself a

(ﷺ) that they try to deny. Whether its modern ignorance or the old one, both are aware of the fact that the foundation of Islamic thought and philosophy is the personality of Hazrat Muhammad (ﷺ). This is why if confusions and doubts were created about the Prophet (ﷺ), it would help shake the foundations of Islamic belief.

During the reign of Akbar all false movements were agreed and united on this point that is why they took exception to the Prophethood and especially personality of the Prophet . Akbar took the steps, which degraded the position of the Prophethood. According to Badayuni either those were beliefs and principles of Islam or the personality of Prophet he created different kinds of confusions by 'ridicule and mockery' examples are the Prophethood, the Word and the Sight of Allah Almighty and the Judgment Day. He called the things related to Prophethood imitations, Jahangir said that Abulfadl also made the king believe that the Prophet wrote the Qur'an and it is not the Word of God. The Christian missionaries brought Persian translation of the Qur'an; the

STATUS AND POSITION OF PROPHETHOOD

In 10th century A.H. (16th century A.D.) many false and awry movements took place in subcontinent, which gave birth to many deflective behaviors. There were some political objectives behind these deflections. In the last days of Akbar's reign the royal patronage of every anti-Islamic thought was at its peak. In that period if we closely analyze the powers and deflective forces that encircled Akbar, we shall come to know that the objective of all these forces was to create doubts and confusions about the prophethood and the personality of Prophet Muhammad (ﷺ). When we study Islam, one thing becomes clear that the target of all objections on the Qur'an, Hadith, Islamic Jurisprudence, Sufism and other Islamic values were not actually the said things but it was the personality of Prophet Muhammad

Title:	Status and Position of Prophet hood
Author:	Dr Muhammad Humayun Abbas Shams
	PhD (B.Z.University Multan)
	Post Doc. (University of Glasgow,
	Glosgow.Uk)
Proof Reading:	Shahid Husain
Supervision:	Ch. Muhammad Imran Asraf
	Muhammad Rashid Maghalvi
Distributer:	New Minhaj CDs Point and Book Centre
	Darbar Market Lahore.
Price:	160 Rs / 20 $
First Edition:	November 2009 Zual-hijjah 1431 A.H.

297.4	Abbas, Dr. Humayun
ABB	Status and positon of Prophet hood
	Lahore, Taqiqaat 2009
	128-p
	1-Tafsir 2-Sufism

Status & Position of

Prophethood

an analysis of Shaykh Ahmad Sirhidi's Thoughts

Dr. Humayun Abbas
Chairman Department of Arabic & Islamic Studies
GC University Lahore

TEHQIQAT

Status & Position of
Prophethood
an analysis of Shaykh Ahmad Sirhidi's Thoughts
Dr. Humayun Abbas
Chairman Department of Arabic & Islamic Studies
GC University Lahore
750
TEHQIQAT